نیک تمناؤں کے ساتھ

ڈائمنڈ پریس

میر عالم منڈی چارمینار حیدرآباد

اسی مصنف کی دیگر تصانیف

نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	مشعلِ راہ	08-00	۱۴	فردوسِ نظر	06-00
۲	روشنی کے مینار	08-00	۱۵	پہلی منزل	06-00
۳	درِ بے بہا	08-00	۱۶	صدائے حق	زیرِ طبع
۴	نوری چہل احادیث	01-00	۱۷	معیارِ انتخاب	"
۵	چند باتیں	15-00			
۶	نایاب جواہر	20-00		**تلگو اڈیشن**	
۷	حفیظ القواعد	15-00			
۸	غیبت	05-00	۱	کانتی کرانالو	15-00
۹	توشۂ آخرت	10-00	۲	کانتی سکھرالو	08-00
۱۰	شعاعِ نور	08-00	۳	مانا وتا دیمیو	08-00
۱۱	لمحاتِ ایمانی	08-00	۴	آسان نماز	05-00
۱۲	مختصر تاریخ عالمِ اسلام	12-00	۵	کفن و دفن	02-00
۱۳	انسانیت کے چراغ	08-00	۶	ودیا جیوتی	01-00

ملنے کا پتہ:- ظفر بکڈپو۔ کچہری مٹہ 10-49-69

کاولی 524201 ضلع نیلور (اے، پی)

چھوٹی موٹی سلطنتیں

شہرجاہ - راس الخیمہ - ام القوائین - اضمان - دبائی - فجیراہ -

یہ سلطنتیں برطانوی نوآبادیات میں شامل ہیں۔ یہ شخصی نظام حکومت پر مبنی ہے۔ یہاں کی سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کا رقبہ ۷۰۰۰ ہزار مربع میل اور آبادی ۴۵۰۰۰ ہزار۔ ہر علاقہ ایک شیخ کے زیر نگیں ہے۔ یہاں کے تمام لوگ مسلمان ہیں۔ تمت بالخیر۔

مطبوعہ: ہفتہ وار "پیام مشرق"

عید اڈیشن، دہلی

۱۴ر فروری ۱۹۶۵ء

پونڈ ہے۔ اس ملک میں مختلف قبیلے پائے جاتے ہیں۔ شمالی نائیجیریا میں ۷۵ فیصدی مسلمان آباد ہیں۔ نائیجیریا شمالی اور مغربی خطوں کا فیڈریشن ہے۔ ہر خطہ کی حکومت الگ الگ ہے۔ فیڈرل حکومت کا صدر مقام لیگاس ہے۔ جس کے وزیر اعظم سر ابوبکر تفاوا بیلوا ہیں۔ شمالی نائیجیریا کے وزیر اعلٰے سر احمد بیلو ہیں۔

نائیگر

اس ملک کو ۳ اگست سنہ ۶۰ء میں آزادی ملی۔ اس کا رقبہ چار لاکھ ۵۷ ہزار مربع میل ہے۔ کل آبادی سنہ ۶۰ء تک ۲۸ لاکھ تین ہزار۔ ان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس کا پایۂ تخت نائمی ہے۔

یمن

۲۸ ستمبر سنہ ۶۲ء کو یمن میں انقلاب واقع ہوا۔ یہ ایک آزاد اسلامی ملک ہے۔ اس کا قومی پرچم سُرخ رنگ کا ہے۔ جس کے وسط میں شمشیر، اس کے ہر کونے پر ایک ستارہ اور شمشیر کے اگلے حصے کے اوپر ایک تارہ بنا ہے۔

اس کا رقبہ ۷۵۰۰۰ مربع میل اور آبادی ۵۰۰۰۰۰ لاکھ ہے۔ جو کل مسلمان ہیں۔ اس کا دارالخلافہ صنعا ہے۔ جس کی آبادی ۰۰۰۰۰ ہے۔ اس کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ سنہ ۶۰ء ۷۵۱۲۰۰۰ پونڈ ہے۔ جس میں تیل کی آمدنی شامل نہیں، اس کے صدر جمہوریہ عبداللہ السلال ہیں۔

مجموعی رقبہ ۸۲ ہزار مربع میل ہے اور کل آبادی ۵ لاکھ پچاس ہزار۔ جو کل مسلمان ہیں۔ اس کا دارالملک مسقط ہے۔ یہاں شخصی حکومت ہے جس کے حکمران کو سلطان کہتے ہیں۔ یہاں کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

مرتانیہ

یہ نوآبادی ۱۹۰۴ء سے فرانسیسی اقتدار کے تحت تھی۔ ۲۸ نومبر ۱۹۶۰ء کو آزادی ملی۔ اس کا رقبہ ۴۴۹۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی ۷ لاکھ ۹۱ ہزار جو کل مسلم ہیں۔ اس کا دارالسلطنت نیکچوٹ ہے۔ یہاں خام لوہا کثیر مقدار میں ملتا ہے۔

مالی

فرانسیسی اقتدار سے یہ ملک ۲۲ ستمبر ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ چار لاکھ ۶۳ ہزار ۸۵ مربع میل ہے۔ اس کی کل آبادی ۱۹۶۰ء تک ۴۳ لاکھ ۷ ہزار۔ یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

نائجیریا

مغربی آفریقہ کا یہ ایک وسیع علاقہ ہے جو رقبہ میں تقریباً پاکستان کے برابر ہے۔ چند سال تک یہ حکومت برطانوی سامراج کے زیر سایہ تھی لیکن یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو ان سے آزادی ملی۔ اس کا رقبہ تین لاکھ ۳۹ ہزار ۷۰ مربع میل ہے۔ اور کل آبادی ۱۹۶۰ء تک تین کروڑ ۵۲ لاکھ ۹۷ ہزار۔ ان میں پچاس فیصدی مسلمان ہیں۔ اس کا پایہ تخت لیگاس ہے۔ اس کی قومی زبان ہاوسا اور سرکاری زبان انگریزی۔ اس کی سالانہ آمدنی دس کروڑ ۹۴ لاکھ ۶۸ ہزار

کروڑ پونڈ ہے۔ اور اس کا سالانہ بجٹ ۱۹۶۳ء (۱۳۰۰۰۰۰۰) روپیہ۔ یہاں کی حکومت دستوری ہے۔ یہاں کے باشندے مذہب کے پابند ہیں۔ یہ ایک زرخیز خطہ ہے۔ یہاں پر معدنیات بھی ہیں۔

منڈانو یہ جزیرہ ۳۶۵ ہزار مربع میل پر مشتمل ہے۔ اور آبادی گیارہ لاکھ۔ ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہاں پر ایک سلطان کی حکومت ہے۔ اس علاقے میں کاشتکاری بھی ہوتی ہے اور معدنیات کے ذخیرے بھی موجود ہیں۔

ملایا ملایا میں اسلام، عرب، ہندوستان، ترک اور ایرانی تاجروں نے پھیلایا۔ یہ پہلے پرتگالیوں، بعدازاں ڈچوں پھر انگریزوں کے قبضہ میں رہا۔ ۳۱ ؍ اگست ۱۹۵۷ء کو یہ انگریزی اقتدار سے آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۵۰ ہزار ۷۰۰ مربع میل ہے اور کل آبادی ۷۱ لاکھ ۳۷ ہزار جسمیں ۶۰ فیصدی مسلمان ہیں۔ اس کا دارالحکومت کوآلا لمپور ہے۔ یہاں پر جمہوری حکومت قائم ہے۔ اس کی قومی اور سرکاری زبان ملاین ہے۔ اسکی سالانہ آمدنی ۱۰ کروڑ ۳۹ لاکھ چار ہزار پونڈ ہے اور ۱۹۶۳ء کا بجٹ ہندوستانی روپیہ میں (۶۰۰ ۴ ۵ ۷۵ ۱۳۵) اس کے وزیراعظم تنکو عبدالرحمٰن ہیں۔ یہاں ربڑ، ٹین اور کھوپرے کی پیداوار کثرت سے ہے۔ اب ملایا کا وجود جداگانہ باقی نہ رہا بلکہ ملائیشیا کا ایک جزو بن گیا ہے۔

مسقط اور عمان یہ چھوٹا سا علاقہ برطانوی اقتدار کے سیاسی نگرانی میں ہے۔ اس کا

دنیا مشہور نہر سوئز اسی ملک میں ہے۔ مصر میں اسوان بند کی تعمیر کا مرحلہ طے ہو گیا ہے۔ یہ بند دریائے نیل پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس میں ایک کھرب اور تیس ارب مکعب میٹر پانی جمع ہو گا۔ اس سے ۲ لاکھ ۸۰ ہزار ایکڑ اراضی کی باقاعدہ آبپاشی کے علاوہ مزید ۵ لاکھ ۲۰ ہزار ایکڑ اراضی کو پہلی بار سیراب کیا جا سکے گا۔ اسوان ڈیم ۱۱ میٹر بلند اور پانچ کلومیٹر طویل ہے۔ اس بند کے ساتھ جو بجلی گھر تعمیر کیا گیا ہے اسکی استعداد ۲۱ لاکھ کلوواٹ ہوگی۔ وہ ہر سال دس ارب کلوواٹ بجلی تیار کرے گا۔ مصر کو اس وقت نہر سوئز سے پانچ کروڑ ڈالر سالانہ کی آمدنی ہو رہی ہے۔ سنہ ۶۲ء میں ۱۸۵۱۸ جہاز اس نہر سے گزرے تھے۔ مصر میں تیل سے بھی پانچ کروڑ ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے۔ تیل کے علاوہ روئی مصر کی آمدنی کا ایک خاص ذریعہ ہے۔ آج سے دس سال قبل مصر کو سوئی بھی درآمد کرنی پڑتی تھی۔ اب ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کاریں تک ملک میں بننے لگی ہیں۔ ۵ مارچ سنہ ۵۸ء سے ایک جداگانہ ملک کی حیثیت سے ملک کا وجود ختم ہو گیا اور وہ متحدہ عرب جمہوریہ کا ایک جزو بن گیا ہے۔

مراقش

یہ ملک ۲ مارچ سنہ ۵۲ء کو آزاد ہوا۔ یہ حکومت دو حصوں پر منقسم ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ایک لاکھ ۹ ہزار مربع میل ہے اور مجموعی آبادی جون سنہ ۶۰ء تک ایک کروڑ پندرہ لاکھ ۹۸ ہزار۔ ان میں مسلمانوں کا تناسب ایک کروڑ دس لاکھ ۴۰ ہزار ہے۔ اس کا صدر مقام رباط ہے۔ اور اس کی عوامی اور سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ایک

کارکن ہے۔

لبنان یہ آزاد جمہوری ریاست کا قیام ۲۶ ر نومبر ۱۹۴۱ء عمل میں آیا۔ اس کا قومی پرچم دو رنگا ہے۔ اوپر نیچے سرخ اور وسط میں سفید ہے۔ اس کا رقبہ ۳ ہزار ۰۰ ۴ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۶ ر لاکھ ۲۶ ر ہزار۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب پچاس فیصد ہے۔ اس کا دارالسلطنت بیروت۔ اس کی عوامی اور سرکاری زبان عربی، مگر فرانسیسی بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ پیداوار میں پھل، تمباکو، کپاس اور ریشم ہے۔ بیروت میں دو یونیورسٹیاں ہیں۔ یہ ملک سلامتی کونسل کا رکن ہے۔

متحدہ عرب جمہوریہ (مصر) یہ ایک قدیم اور تاریخی ملک ہے۔ حضرت عمرؓ سے لیکر آج تک مسلمانوں ہی کی حکومت چلی آرہی ہے۔ چند دنوں کے لئے یہ ملک برطانیہ کے زیرسایہ آگیا تھا۔ لیکن پھر اس فوجی انقلاب برپا کر کے ۲۲ ر جولائی ۱۹۵۲ء کو آزادی حاصل کرلی۔ اس کا قومی پرچم سبز رنگ کا ہے، جسمیں چاند اور تین ستارے ہیں۔ اس کا رقبہ ۳۸۶۵۰۰ ر مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۰ء تک (۲۶۶۰۰۰۰) کروڑ۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد (۲۴۵۰۰۰۰ ر ۲) ہے۔ اس کا دارالخلافہ قاہرہ اور اسکی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ ۱۹۶۳ء (۱۰۰۰۰۰۰ ر ۱) پونڈ۔ یہاں کی حکومت عرب سوشلسٹ جمہوریت بالغ رائے دہی ہے۔ دنیا کی مشہور یونیورسٹی جامع ازہر اور

مغربی آفریقہ کا ایک علاقہ ہے۔ گیمبیا پہلے برطانوی مقبوضہ تھا۔ دسمبر ۱۹۶۲ء میں آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ...۱۱ مربع میل ہے اور آبادی چار لاکھ۔ اسمیں مسلمانوں کا ...۸۴ فیصد ہے۔ لوگوں کا پیشہ زراعت ہے۔ یہاں ...۹۵ فیصد آبادی ان پڑھ ہے۔ اس کے وزیر اعظم ڈاکٹر جو ہیں۔

لیبیا اس ملک میں اسلام کی کرنیں پہلی صدی ہجری میں پہنچ چکی ہیں۔ یہ علاقہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۶ لاکھ ۸۰ ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۰ء تک ۱۲ لاکھ ۶۵ ہزار۔ مسلمانوں کا تناسب ۱۱ لاکھ ۷۵ ہزار ہے۔ اسکی مشترکہ راجدھانی تریپولی اور بن غازی ہے۔ یہ ریاست دستوری شہنشاہیت بالغ رائے دہی ہے۔ اسکی قومی اور سرکاری زبان عربی۔ اس ملک کا ساحلی علاقہ نہایت زرخیز ہے۔ یہاں پر تیل کے بڑے بڑے ذخائر موجود ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں لیبیا میں ۱۲ ہزار ٹن سے زیادہ روزانہ کروڈ آئیل نکالا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں (۲۷۶۰۰۰) ٹن تیل نکالا گیا۔ ۱۹۶۲ء میں (۲۲۲، ۸۱۳، ۳۸) بیرل تیل برآمد کیا گیا۔ کل پیداوار نوے لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس علاقے میں گندم، جو، کھجور اور زیتون کی کاشت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ برآمد کے لئے بادام، تمباکو، خشک پھل اور گھاس بھی بوئی جاتی ہے۔ کھجوروں کے تقریباً کروڈ پچاس لاکھ درخت ہیں۔ جن سے سالانہ پانچ سے آٹھ ہزار ٹن تک کھجوریں حاصل کی جاتی ہیں۔ یہ ملک ادارہ اقوام متحدہ

میں مسلمانوں کا تناسب تین لاکھ ۱۸ ہزار ۱۷۱ ہے۔ صدر مقام کویت ہے۔ قومی اور سرکاری زبان عربی۔ کویت کی حکومت دستوری شہنشاہیت بالغ رائے دہی پر منحصر ہے۔ یہاں کے ۳۸ فیصد باشندے تعلیم یافتہ ہیں۔ چھ ہزار مربع میل کا یہ علاقہ اپنے سینے میں بے پناہ ذخائر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہاں ہر مہینے ۱۱ لاکھ ۳۰ ہزار ٹن تیل نکالا جاتا ہے۔ ہر ٹن پر شیخ کویت کو دو روپے پچاس پیسے رائلٹی ملتی ہے عظیم مقدار میں تیل نکالے جانے کے باوجود اس شے کے چشموں میں کمی نہیں آرہی ہے۔ اس آمدنی کے ایک حصہ سے چھوٹی صنعتیں شروع کی گئی ہیں۔

اس ملک میں کاشتکاری ہوتی ہے اور بھیڑیں پالی جاتی ہیں اور اون اور موتی دوسرے ممالک کو روانہ کرتے ہیں۔ آج وہاں تمام عرب ممالک کے مقابلے میں متعدد بہترین سڑکیں، دواخانے اور مدرسے موجود ہیں۔ کویت کے حکمران شیخ عبداللہ سالم الصباح ہیں۔ اور وزیر اعظم شیخ صباح السلیم الصباح ہیں۔ اسکی سالانہ آمدنی ایک ارب ۵۸ کروڑ ۸۰ لاکھ ہے۔ اور اس کا بجٹ سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء سکہ ہند میں (۱۵۰۶۴۴۰۰۰) تھا۔

گی آنا

یہ ریاست برطانیہ کے قبضے میں تھی لیکن ۱۰ کو ۲ اکتوبر سنہ ۵۸ء کو آزادی حاصل ہوئی۔ اس کا رقبہ ۹۶ ہزار مربع میل ہے اور آبادی سنہ ۶۰ء تک ۲۷ لاکھ ۲۶ ہزار۔ اس علاقہ میں مسلم اکثریت ہے۔ اس کا صدر مقام کنکری ہے۔ اسکی سرکاری زبان فرانسیسی۔

یہاں پر ربڑ کی شکایت کی جاتی ہے۔ ٹین کی کانیں ہیں۔ عوام کی زندگی انہیں اشیار کی تجارت پر منحصر ہے۔ اب یہ ریاست برطانوی اقتدار کی سیاسی نگرانی میں ہے۔

کرغیزیا یہ آزاد جمہوری ریاست ۱۹۲۶ء میں قائم ہوئی۔ اس کا رقبہ ۷۸ ہزار مربع میل ہے۔ آبادی ۱۵ لاکھ۔ مسلمانوں کا تناسب ۷۵ فیصدی ہے۔ اس کا دارالحکومت فرونزے ہے۔ قیمتی معدنیات کی کانیں یہاں موجود ہیں۔

کیلن تان یہاں کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ ۵۷۱۲ مربع میل اور آبادی (۳۲۰۰۰۰) ہے۔ ۱۹۰۹ء سے یہ علاقہ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ ہے۔ لیکن یہاں کا سلطان مذہبی و معاشرتی معاملات میں آزاد ہے۔ یہاں ناریل، ربڑ اور دھان کی کاشت کی جاتی ہے۔ یہاں ٹین کی کانیں بھی ہیں کشتیاں بنانے اور ریشم کاتنے میں ترقی کر رہی ہے۔ یہ ریاست ملایا یونین سے ملحق ہے۔

کیمرون یہ افریقہ کی ایک ریاست ہے جو جنوری ۱۹۶۰ء میں اسکو آزادی ملی۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل ہے اور آبادی چار لاکھ ۹۷ ہزار۔ یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت ہے، اس کا دارالسلطنت یونڈی ہے۔

کویت یہ مختصر سا علاقہ جو برطانیہ کے زیر اثر تھا۔ ۱۹ جون ۶۱ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۶ ہزار ۸ سو مربع میل ہے اور اس کی کل آبادی ۶۱ء تک تین لاکھ ۱۸ ہزار ۶۲۱۔ ان سے

عدن اس ملک پر مسلمان سلاطین اور سردار حکومت کرتے رہے۔ اس کا نظم و نسق برطانوی دفتر خارجہ کے ماتحت ہے۔ اس کا رقبہ برطانوی نو آبادی ۷۵ مربع میل غیر برٹش مقبوضہ ایک لاکھ گیارہ ہزار مربع میل ہے۔ کل آبادی ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ہے جو کل مسلمان ہیں۔ قومی زبان عربی سرکاری زبان انگریزی ہے۔

قطار یہ مختصر سا علاقہ شخصی حکومت پر مبنی ہے۔ ۱۹۱۶ء کے معاہدہ کے تحت برطانیہ کی سیاسی نگرانی میں ہے۔ اسکا رقبہ چار ہزار مربع میل، آبادی ۴۵ ہزار جو کل مسلمان ہیں۔ اس کی راجدھانی دوہا ہے۔ جس کی آبادی ۳۵ ہزار ہے۔ قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

قازقستان یہ سوشلسٹ آزاد جمہوری حکومت کا قیام ۱۹۲۰ء میں عمل میں آیا۔ اس کا رقبہ ۱۰ لاکھ ۵۶ ہزار مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۶ لاکھ ۶۶ ہزار۔ اس کا دار الخلافہ الما تا ہے جو سویت یونین کے جدید اور بارونق شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی فیصد باشندے تعلیم یافتہ ہیں۔ تقریباً چار سو اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ یہ علاقہ معدنیات سے پُر ہے۔ یہ ملک کاشتکاری اور صنعت و حرفت میں ترقی کر رہا ہے۔

کیدہ اس ریاست کو ابتدائے اسلام میں عربوں نے قائم کیا تھا۔ اب ملایا یونین میں شامل ہے۔ یہاں کا سلطان مذہبی معاملات میں بالکل آزاد ہے۔ اس کا رقبہ ۸۰ ہزار مربع میل ہے اور آبادی تین لاکھ پچاس ہزار۔

اس کا رقبہ (۲۶۵۰۰۰ر) مربع میل ہے۔ کل آبادی (۲۰۰۲۰۰۰) ہے۔ اسمیں مسلمان (۱۹۹۱۰۰۰) ہیں۔ پایۂ تخت مگا دیشو ہے۔ صدر جمہوریہ علی عثمان، وزیر اعظم عبدالرشید شر مک۔

عراق

آزادی شہنشاہیت کے بعد پہلا عوامی انقلاب ۳ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ہوا۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۵۸ء کو ہوا۔ اس حکومت کے وزیر اعظم جنرل عبدالکریم قاسم تھے۔ تیسرا عوامی انقلاب فروری ۶۳ء میں ہوا۔ جو کرنل عبدالسلام محمد عارف، جنرل قاسم کی جگہ صدر جمہوریہ مقرر ہوئے۔

اس کا رقبہ ایک لاکھ ۷۵ ہزار مربع میل ہے۔ کل آبادی ۶۰ء تک ۷۰ر لاکھ۔ ان میں مسلمان ۶۸ر لاکھ۔ قومی پرچم ترنگا ہے۔ اوپر سیاہ، نیچے سبز، وسط میں سفید ہے۔ اس کا دارالملک بغداد ہے۔ یہاں کی قومی اور سرکاری زبان عربی۔ یہ زرخیز خطہ ہے۔ کھجور اور تمباکو سے کافی آمدنی ہوتی ہے۔ پٹرول کی بڑی مقدار برآمد کی جاتی ہے۔ تیل کے وسیع میدان ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں تیل کی پیداوار تین کروڑ ۱۲ر لاکھ۔ عراق کا تیل پائپ لائینوں کے ذریعہ شام کی بندرگاہ بانیاس اور لبنان کی بندرگاہ طرابلس میں پہنچایا جاتا ہے اور وہاں سے دیگر ممالک کو۔ بغداد کے قریب تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ دس کروڑ روپے سے قائم ہو چکا ہے۔ جس میں ہر سال دس لاکھ ٹن تیل صاف کیا جا سکتا ہے۔ تیل کا پچاس فیصد منافع حکومت عراق کو ملتا ہے۔ یہ حکومت ۷۰ر فیصدی حصہ ملک کی ترقیاتی اور معاشی استحکام کی اسکیموں پر خرچ کرتی ہے۔

دارالخلافہ دمشق ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ۹ کروڑ ۴ لاکھ پونڈ ہے۔ اور اس کا بجٹ ۱۹۶۳ء ہندوستانی روپیہ میں (۲۲۲۰۰۰۰۰۰) ہے۔

اس علاقہ میں تیل کے ذخائر موجود ہیں جن سے دو کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر بطور رائلٹی ملتی ہے۔ شام کو اس علاقہ سے گزرنے والی پائپ لائینوں کے لئے ہر سال پونے دو کروڑ روپے ملتے ہیں۔ تیل کے علاوہ روئی بھی شام کی آمدنی کا خاص ذریعہ ہے۔ شام کا تہائی رقبہ قابل کاشت ہے۔ ملک میں مختلف چھوٹی چھوٹی صنعتیں ہیں۔ تقریباً ۶ ہزار مزدور کپڑے کے کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ حمص میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ چند سال قبل چیکوسلاویہ کی مدد سے قائم کیا گیا ہے۔ یہ ملک اقوام متحدہ اور عرب لیگ کا رکن ہے۔ ۵ مارچ ۱۹۵۸ء سے جمہوریہ شام کا الگ وجود باقی نہ رہا۔ بلکہ یہ ملک متحدہ عرب جمہوریہ کا ایک جزو بن گیا ہے۔

شمالی بورنیو یہ بحر ہند کا بڑا جزیرہ ہے اور جزیرۂ لبوان اس سے وابستہ ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۲۹ ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۴ لاکھ ۵۴ ہزار۔ ۵۸ فیصدی باشندے مقامی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۳۳ فیصد چینی اور ۹ فیصد دیگر باشندے ہیں۔ پیداوار میں گرم مسالہ، ربڑ، ناریل، چاول، تمباکو، سن، عمارتی لکڑی اور نیشکر ہے۔ اکثر باشندے ماہی گیر ہوتے ہیں۔ یہ جزیرہ برطانیہ کے زیر سایہ ہے۔

صومالیہ یہ آفریقہ کی ریاست اٹلی اور فرانس کے زیر سایہ ہے

کو آزادی ملی۔ اس کا رقبہ ۸۱ ہزار مربع میل ہے اور کل آبادی ۲۹ر لاکھ ۸۰ ہزار ہے۔ ان میں اسی فیصد مسلمان ہیں۔ اور اس کی راجدھانی دکا رہے۔

سنگاپور

جزیرہ نمائے ملایا کے مغربی کنارے پر سنگاپور واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۲۱۷ر مربع میل ہے۔ اور اس کی مجموعی آبادی سترہ لاکھ ہے۔ یہاں پر دنیا کی ایک اہم ترین بندرگاہ ہے۔ جسے دنیا کی ساٹھ عظیم جہاز ران کمپنیاں استعمال کرتی ہیں۔ یہاں کی خاص مصنوعات جہاز سازی، ٹین کی چادریں اور ربڑ ہے۔ سنگاپور فیڈریشن آف ملائیشیا کا ایک جزو بن گیا ہے۔

سراواک

سراواک فیڈریشن آف ملائیشیا کا ایک علاقہ اور نوآبادی ہے۔ اس کا رقبہ ۴۸۲۵۰ مربع میل ہے۔ اور مجموعی آبادی ۱۹۶۰ء تک ۷۴۴۵۲۹ر ہے۔ یہاں کی اہم فصلیں چاول، مرچ، ناریل اور ساگو ہوتی ہیں۔

شام

یہ ایک قدیم تاریخی ملک ہے۔ ستمبر ۱۹۴۱ء میں یہ آزاد ہوا اور اپریل ۱۹۴۶ء میں جمہوری ہو گیا۔ اس کا قومی جھنڈا ترنگا ہے۔ جس کا بالائی حصہ سبز وسط میں سفید اور نچلا حصہ سرخ ہے۔ اس کے سفید میں تین سرخ ستارے بنے ہیں۔

اس کا رقبہ ۷۲ر ہزار ۲۳۴ مربع میل ہے اور کل آبادی ۱۹۶۱ء تک ۵۱ر لاکھ۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد ۳۶ر لاکھ ۵۰ر ہزار ہے۔ اس کی قومی اور سرکاری زبان عربی۔ اور اسکا

کے علاقوں میں ۳۲ فیصد سے زائد لوہے کے بھاری ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ وادی فاطمہ رض میں لوہے کے علاوہ قیمتی پتھر بھی پائے جاتے ہیں۔ اس علاقہ میں مختلف قسم کے اجناس اور پھلوں کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ یہاں اعلیٰ تعلیمی سہولتیں بالکل کم ہیں۔ امن وسلامتی کے لحاظ سے یہ دنیا کا واحد مرکز ہے۔

سوڈان

یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو آزادی ملنے کے بعد یہاں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ اس کا قومی پرچم سُرخ ہے۔ سوڈان کا رقبہ ۹ لاکھ ۶۷ ہزار ۵۰۰ مربع میل ہے۔ اور اس کی کل آبادی ۱۹۶۱ء تک ایک کروڑ ۸۹ لاکھ ۲۸ ہزار تھی۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ہے۔ اس کا دارالحکومت خرطوم ہے اور اس کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

خرطوم اپنے عجائب گھروں اور چڑیا گھروں کی وجہ سے ایک امتیازی حیثیت کا مالک ہے۔ اس علاقہ میں شیر، ببر، تیندوا، ہاتھی، گینڈا، شترمرغ اور جنگلی سور موجود ہیں۔ ان حیوانات کیلئے ملک میں تین قومی پارک، چودہ محفوظ علاقے اور تین پناہ گاہیں مخصوص ہیں۔ یہاں پر معدنیات کی کانیں بھی موجود ہیں۔ سوڈان کے مختلف اشیاء غیر ممالک کو برآمد کئے جاتے ہیں۔ ۱۷ نومبر ۱۹۵۸ء سے یہاں پر فوجی حکومت قائم تھی، لیکن اکتوبر ۱۹۶۴ء کے بعد سوڈان میں فوجی حکومت کی جگہ شہری حکومت قائم ہوگئی۔

سنیغال

یہ شمالی افریقہ کی ایک ریاست ہے۔ ۲۰ اگست ۱۹۶۰ء

شیخ محمد شاہ نے حلف وفاداری اٹھایا۔

اس کا رقبہ ۶۴۰ مربع میل ہے اور آبادی تین لاکھ پچاس ہزار جس میں (۶۰۰۰) عرب (۲۰۰۰،) ایشیائی اور چند سو یورپی باشندے ہیں۔ اس کا دار لخلافہ زنجبار ہے۔ اور اس کی سرکاری و قومی زبان عربی۔ یہاں کی خاص پیداوار لونگ اور ناریل ہے۔

سعودی عرب

چودہ سو سال سے یہ خطہ مسلمانوں کے زیر اقتدار چلا آتا ہے۔ اس کی شخصی نظام حکومت شریعت اسلامی پر مبنی ہے۔ اس کا قومی پرچم سبز رنگ کا ہے۔ اس کے بالائی حصے میں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور نچلے حصے میں شمشیر ہے۔
۲۰، مئی ۱۹۲۷ء میں سعودی خاندان کے حکمرانوں نے اس کو ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے شہنشاہیت کا اعلان کیا۔ اب اس کے حکمران امیر فیصل بن عبدالعزیز ہیں۔

سعودی عرب کا بیشتر حصہ ریگستان پر مبنی ہے۔ اس کا رقبہ ۶ لاکھ ۲۰ ہزار مربع میل اور کل آبادی ۷ لاکھ ہے۔ جو تمام مسلمان ہیں۔ اس کا صدر مقام ریاض ہے۔ اور اس کی قومی و سرکاری زبان عربی۔ اس کی سالانہ آمدنی ۱۹، کروڑ ۶ لاکھ ۷۶ ہزار پونڈ، اور اس کا ۶۳ء کا بجٹ (۱۵۵۰۲۸۸۰۰) تھا۔

اس ملک میں اب رفاہ عام کے کاموں میں نمایاں ترقی ہو رہی ہے۔ بعض مقامات پر تیل کے چشمے دریافت ہو چکے ہیں۔ اور ان سے ہر سال کئی کروڑ ٹن تیل برآمد ہوتا ہے۔ یہاں پر کوئلے کے کانوں کی بھی کھوج جاری ہے۔ جدہ کے نزدیک وادی فاطمہ اور وادی سیمیشی

جاری ہیں۔

جوہور یہ چھوٹی سی ریاست ملایا یونین میں شامل ہے۔ اس کا رقبہ ۶۷۸ مربع میل ہے۔ اور آبادی تقریباً تین لاکھ۔ یہاں کی خاص پیداوار ربڑ ہے۔ یہاں کے جنگلوں میں ہر قسم کے جانور پائے جاتے ہیں جو، جوہور کے عوام کی زندگی کا ذریعہ ہیں۔

جزائر مالدیپ (محل دیپ)

یہ آزاد علاقہ زمانہ قدیم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ اس کا رقبہ ۱۱۵ مربع میل اور آبادی ایک لاکھ ہے۔ یہاں کی کل آبادی مسلم ہے۔ اب یہاں پر شخصی نظام حکومت قائم ہے۔

چڈ یہ علاقہ ۱۱ اگست ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ چار لاکھ ۹۰ ہزار مربع میل ہے اور کل آبادی ۵۷ء تک ۲۵ لاکھ ۷۶ ہزار۔ یہاں پر مسلم اکثریت ہے اور اس کا دارالسلطنت فورٹ لامی ہے۔

دھومی یکم اگست ۶۰ء کو یہ ملک آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۴۴ ہزار مربع میل ہے۔ اور ۶۰ء تک اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تین ہزار۔ اس کی راجدھانی پورٹ نیو ہے۔

زنجبار اس جزیرہ میں مسلمان آغاز اسلام ہی میں پہنچ گئے تھے جزیرۂ زنجبار ۱۸۹۰ء سے برطانیہ کے زیر اثر تھا لیکن جون ۶۳ء میں برطانوی ریزیڈنٹ سر جارج مورنگ نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس حکومت کے سب سے پہلے وزیر اعظم

یہاں پر ترکمان قبائل کے علاوہ روسی، بلوچی، قازق، اُزبک اور ایرانی بھی آباد ہیں۔ ترکمانیہ میں کاشتکاری بھی ہوتی ہے۔ اور کارخانے بھی ہیں۔

تیونس

مسلمانوں نے تیونس کو ۶۴۷ء میں فتح کرلیا جو ۱۸۸۱ء تک ان کے ماتحت رہا۔ ۱۸۸۱ء میں فرانس نے اس پر قبضہ کرلیا لیکن ۲۰ مارچ ۱۹۵۶ء کو اس نے فرانس سے آزادی حاصل کرلی۔ ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء کو شخصی نظام منسوخ کرکے اس کی جگہ پارلیمنٹری جمہوری نظام قائم کیا گیا۔ اس کا رقبہ (۴۹۰۰) مربع میل اور کل آبادی ۶۱ء تک ۴۰ لاکھ۔ ان میں مسلمانوں کا تناسب ۳۸ لاکھ ہے۔ اس کا دارالحکومت تیونس ہے اور یہاں کی قومی و سرکاری زبان عربی ہے۔ اور اس کا بجٹ ۶۲ء ۵ کروڑ پونڈ۔ تیونس کے صدر حبیب بورقیبہ ہیں۔ یہ ایک زرخیز خطہ ہے۔ یہاں پھل پھلاری اور دیگر اجناس کی بھی کاشت ہوتی ہے۔

ٹروشیل کوسٹ

یہ علاقہ ۱۸۹۲ء سے حکومت برطانیہ کے زیر اثر ہے۔ یہاں پر چھ امیر حکومت کرتے ہیں۔ اس مقام کی اکثریت کاشتکاروں اور مزدوروں پر مشتمل ہے۔

ٹرنگانو

ٹرنگانو پیہانگ اور کیلن تان کے درمیان واقع ہے۔ یہ حکومت برطانیہ کے تحت چلی آرہی ہے۔ یہاں پر ناریل، مرچ، نیشکر اور دھان کی کاشت ہوتی ہے۔ اس علاقہ میں ٹین کی کانیں بھی موجود ہیں۔ یہاں پر رفاہ عام کے کام بھی

اس کا قومی جھنڈا سُرخ رنگ کا ہے جس کے وسط میں چاند تارا بنا ہے اس کا رقبہ (۳۰۲۰۰۰) مربع میل اور کل آبادی سنہ ۶۰ء تک (۲۷۸۰۹۳۱) ان میں تقریباً کل مسلمان ہیں۔ اس کا دارالملک انقرہ ہے۔ اور جس کی آبادی (۶۶۴۰۰۰) ہے۔ اس کی قومی و سرکاری زبان ترکی (لاطینی حرف تہجی میں) ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ سنہ ۱۹۶۳ء (۵۲۰۰۰۰۰۰) پونڈ ہے۔

یہ ایک زرخیز خطہ ہے۔ یہاں پر مختلف قسم کے پھل، کپاس، افیون، اور تمباکو وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔ یہاں پر جمہوری حکومت قائم ہونے کے بعد صنعت و حرفت اور تعلیمی ترقی کی سعی کی جارہی ہے۔ ترکوں پر مغربی اثرات ہونے کے باوجود مذہب کے بھی زیادہ پابند ہیں یہ ملک بھی اقوام متحدہ کا رکن ہے۔

تاجکستان

تاجکستان کی یہ جمہوری حکومت انقلاب روس کے بعد سنہ ۱۹۲۴ء میں قائم ہوئی۔ اس کا رقبہ ۲۵ ہزار مربع میل ہے اور آبادی تقریباً ۱۶ لاکھ ہے۔ اس کا پایۂ تخت اسٹالن آباد ہے۔ اس علاقہ میں ایک خود مختار علاقائی جمہوری ریاست بھی شامل ہے۔ یہ بہت زرخیز خطہ ہے۔ یہاں کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے جو اپنی بسر اوقات تجارت اور گلہ بانی پر کرتی ہے۔

ترکمانیہ

یہ جمہوری حکومت انقلاب روس کے بعد سنہ ۱۹۲۴ء میں قائم ہوئی۔ ترکمانیہ کا رقبہ ایک لاکھ ۸۷ ہزار مربع میل ہے، اور کل آبادی ۱۲ لاکھ ۵۴ ہزار۔

یہاں کی اکثریت مسلمان ہے اور اس کی راجدھانی عاشق آباد

قومی پرچم سفید اور سبز رنگ کا ہے سبز میں چاند اور تارا بنا ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ تین لاکھ ۶۴ ہزار ۷۳۷ مربع میل ہے۔ اور کل آبادی ۹ کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۸ ہزار، ان میں مسلمانوں کا تناسب ۸ کروڑ ۶۴ لاکھ ۹۸ ہزار ہے۔

اس کا دارالخلافہ اسلام آباد (راولپنڈی) اس کی حکومت بنیادی جمہوریت ہے۔ یہاں کی قومی زبان اردو اور بنگالی ہے۔ اور سرکاری زبان انگریزی۔ اس کی سالانہ آمدنی ۱۵ کروڑ ۶۰ لاکھ پونڈ تھی۔ اور سالانہ بجٹ (۲۰۲۸۰۰۰۰) ۔

یہ ملک دو حصوں پر مشتمل ہے۔ یہاں پر کاشتکاری بھی ہوتی ہے اور بعض قیمتی معدنیات بھی دریافت ہو چکی ہیں۔ اس علاقہ میں گندم اور دھان کی کاشت بھی ہوتی ہے اور پٹ سن بھی بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ یہاں ۲۰ فیصد تعلیم یافتہ ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں فوجی حکومت قائم ہوئی جس کے صدر مارشل ایوب خاں بنے۔

پرلس

یہ مختصر سی ریاست چند سال سے ملایا یونین کے ساتھ وابستہ ہے اس کا رقبہ ۳۱۶ مربع میل اور آبادی تقریباً ۹۰ ہزار ہے۔ یہاں کی اکثریت کاشتکاروں اور مزدوروں پر مشتمل ہے اس علاقہ کی خاص پیداوار چاول اور ناریل ہے۔ یہاں پر ٹین کی کانیں موجود ہیں۔

ترکی

ساتویں صدی میں ترکستان میں اسلام پھیلا اور یہ اس وقت سے آزاد ہے۔ مصطفٰے کمال پاشا نے عثمانی خلافت کو ختم کرکے ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو آزاد جمہوریت میں منتقل کر دیا۔

علاقہ میں کشتیاں اور کھجور کی چٹائیاں تیار کی جاتی ہیں۔ یہاں پر تیل کے چشمے بھی دریافت ہو چکے ہیں۔ اور بحرین میں تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ ہے۔ ۱۹۵۶ء میں تیل کی پیداوار ۱۵ لاکھ ۶ ہزار ٹن تھی۔

برونی

دو حصوں میں بٹی ہوئی یہ سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۲۲۲۶ مربع میل ہے۔ اور اس کی کل آبادی ۱۹۶۰ء تک ۸۴ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ جن میں سے نصف ملاین ۲۶ فیصد چینی بقیہ ڈیاک۔ اس کی دارالحکومت برونی ہے۔

یہاں پر تیل کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اور تقریباً ۲۰ کروڑ روپئے سلطان کو رائلٹی ملتی ہے۔ تیل کی پیداوار کے سلسلے میں دولت مشترکہ میں کینیڈا کے بعد برونی کا ہی درجہ ہے۔ یہاں پر تیل ۱۹۱۲ء میں دریافت ہوا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں یہاں سے چار کروڑ دس لاکھ پونڈ کی مالیت کا تیل برآمد ہوا تھا۔ برآمدات میں تیل کے بعد ربڑ اور سوختنی لکڑی آتی ہے۔ لوٹانگ کے مقام پر تیل صاف کرنیکا کارخانہ۔ آبادی کی بھاری اکثریت تیل کی صنعت سے وابستہ ہے۔ برونی کے باشندے چاندی اور پیتل کے کام کرنے، ریشمی اور سوتی کپڑا بننے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ماہی گیری بھی یہاں کی پیداوار کا ایک ذریعہ ہے۔ برونی میں تعلیم ملایا زبان میں دی جاتی ہے۔

پاکستان

تقسیم ہند کی بدولت یہ نیا اسلامی ملک ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو عالم وجود میں آیا۔ اس کا

تھی۔ اور مسلمانوں کی تعداد ۱۶ لاکھ ۵۰ ہزار، یہاں پر شخصی پارلیمنٹری نظام ہے۔ اردن کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

یہاں پر معدنیات کی کانیں موجود ہیں اور تیل کے ذخائر دریافت ہو چکے ہیں۔ اکثریت کاشتکاروں کی ہے۔ اور یہ ملک بھی اقوام متحدہ کا رکن ہے۔

ابوظہبی یہ ایک چھوٹی سی عرب ریاست ہے جو پندرہ ہزار بدوی عربوں پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ ۲۹ ہزار مربع میل ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ ایک پسماندہ علاقہ ہے۔ یہاں کے حکمران کو شیخبوط کہتے ہیں۔

اس علاقہ میں تیل کا ذخیرہ دریافت ہوا ہے اور اس تیل سے بارہ ہزار پونڈ یومیہ آمدنی ہوتی ہے۔

بحرین یہ علاقہ فتح مکہ کے فوراً بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور آزاد ممالک میں سے تھا۔ ۱۸۹۹ء میں دوسرے عرب سرداروں کی طرح شیخ بحرین نے انگریزوں سے مصالحت کر لی۔ اس وقت سے یہ علاقہ برٹش کے زیر سایہ آگیا۔ اس کا رقبہ ۲۳۱ مربع میل ہے اور کل آبادی ایک ۴۳ ہزار ایک سو پینتس ہے۔

اس کی کل آبادی مسلم ہے۔ دار السلطنت "منامہ" جس کی آبادی ۶۲ ہزار ہے۔ اس کی قومی و سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ۷۵ لاکھ ۷۰ ہزار پونڈ ہے۔ اور اس کا سالانہ بجٹ ۱۹۶۲ء (۷۵۰۱۰۰۰) ہندوستانی روپیہ ہیں۔

یہاں کی اکثریت سمندر سے موتی نکالنے پر ملازم ہے۔ اس

سالانہ بجٹ ۶۳ء ہندوستانی روپیہ میں ۲۰۴۱۰۰۰۰۰ ہے۔

اس علاقہ میں تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ فرانس نے الجزائر کے تیل کے ذخیروں کو ۱۹۵۸ء سے استعمال کرنا شروع کیا۔ اس سال الجزائر میں ۴۴۸۰۰۰ ٹن تیل پیدا ہوا۔ ۱۹۵۹ء میں ۱۳۲۸۰۰۰ ٹن تک پہنچ گیا اور ۱۹۶۰ء ۶۵۹۲۰۰۰ ٹن تک تیل کی پیداوار ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں ایک کروڑ ۶۰ لاکھ ٹن ہو گئی۔ حالیہ سالوں میں فرانس نے نئے آلات اور نئی مشینری کے ذریعہ ان تیل کے زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ الجزائر کے صحرائی علاقہ میں قدرتی گیس کا ذخیرہ بھی وافر مقدار میں موجود ہے۔ "حسی راحیل" کے علاقہ میں گیس کا ذخیرہ ۱۰۰۰۰۰ ملین مکعب میٹر تھا۔ کولوم بے شار اور اس کے ملحقہ علاقے میں کوئلہ، خام لوہا، میگنیز، تانبہ گیس اور دیگر معدنی ذرائع موجود ہیں۔ الجزائر کے بدوی سرجری میں اتنی مہارت رکھتے ہیں کہ یورپ کے سرجن ان کے کارنامے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ موجودہ عہد کے الجزائریوں کے سرجری میں حیرت انگیز آلات کی اگر تفصیل دیکھنی ہو تو مسٹر ایم، ڈبلیو سیمسن کی تصنیف، عربین میڈیسن اینڈ سرجری ملاحظہ کیجئے۔ جو ۱۹۲۲ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوئی ہے

الجزائر کو بھی حفاظتی کونسل نے متفقہ طور پر اقوام متحدہ کا ممبر منتخب کر لیا ہے۔

اردن

اس علاقہ کو ٹرانس جارڈن یا مشرق اردن کہتے ہیں جو ۲۲، مارچ ۴۶ء کو آزاد ہوا۔ اس کا دارالسلطنت عمان ہے۔ اس کا رقبہ ۳۷ ہزار مربع میل ہے۔ اور کل آبادی ۶۱ء تک ۱۷۲۴۸۶۸

افغانستان

یہاں آزاد شخصی حکومت ہے۔ اس کا قومی پرچم ترنگا ہے۔ داہیں جانب سبز رنگ، وسط میں سرخ، اور بائیں جانب سیاہ ہے۔ سرخ میں ایک تاریخی عمارت کا نشان ہے۔

اس کا رقبہ دو لاکھ ۵۱ ہزار مربع میل ہے۔ اور کل آبادی ۱۹۶۰ء تک ایک کروڑ تیس لاکھ (کل مسلمان) اس کا دارالسلطنت کابل ہے۔ جس کی آبادی ۴۰۰۰۰ لاکھ ہے۔ یہاں کی دفتری زبان فارسی اور عوامی زبان پشتو ہے۔ اس ملک میں بھی معدنیات کے ذخیرے موجود ہیں۔ افغانستان ۱۹۴۷ء سے اقوام متحدہ کا رکن ہے۔ اور اس کے وزیر اعظم ڈاکٹر محمد یوسف خاں، ہیں۔

الجزائر

الجیریا، یا الجزائر شمالی افریقہ کا ایک علاقہ ہے۔ یہاں پر مسلمانوں نے ۶۵۵ء میں اپنی آزاد حکومت قائم کی جو ۱۸۳۰ء تک قائم رہی تو نوآبادیاتی جنگ کے بعد اس پر فرانسیسیوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن مسلمانوں نے آزادی کی جنگ شروع کر کے مسلسل جدوجہد کے بعد ۳، جولائی ۱۹۶۲ء میں مکمل طور پر آزاد کرا کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

اس کا رقبہ ۹، لاکھ بیس ہزار مربع میل ہے۔ اور یہاں کی کل آبادی اکتوبر ۱۹۶۰ء تک ایک کروڑ بچاس لاکھ اور ان میں مسلمانوں کا تناسب ایک کروڑ ہے۔ اس کی راجدھانی الجزائر ہے، جس کی آبادی ۸۸۴۰۰۰ لاکھ ہے۔ یہاں کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے اور آمدنی پندرہ کروڑ ستر لاکھ پونڈ ہے۔

اس کی اور سرکاری زبان انڈونیشنی ہے۔ اور اس کا دارالخلافہ جکارتا ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ۸۷ کروڑ ۳۹ لاکھ ۶۸ ہزار ۲۰۰ پونڈ ہے۔
یہ علاقہ زرعی اور معدنی حیثیت سے بہت ہی زرخیز ہے۔ اس کی اہم پیداوار ربڑ، گرم مسالے، چاول، جوار، سویا بین، مونگ پھلی، چائے، تمباکو، کافی، کوکو، ناریل، سپاری، گنا، روئی، سنکونا کی چھال ہے۔ عمارتی لکڑی بکثرت پائی جاتی ہے۔ معدنیات میں کوئلہ، پٹرول، اور قدرتی گیس کے بڑے بڑے ذخائر ہیں۔ ان کے ماسوا سونا، چاندی اور ٹانیا یہاں کی خاص معدنیات ہیں۔
یہ ملک اب سلامتی کونسل سے علیحدہ ہوگیا ہے۔ اور اس کے صدر عبدالرحیم سوئیکارنو ہیں۔

البانیہ

یہ ملک ۱۴۶۷ء سے ۱۹۱۲ء تک ترکوں کے زیر اثر رہا۔ جنگ بلقان کے بعد ۱۹۴۵ء میں آزاد کمیونسٹ ریاست بنا۔ اس کا رقبہ گیارہ ہزار ۵۰۰ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۹۶۱ء تک ۱۶ لاکھ چھ ہزار ۵۰۰ تھی۔ یہاں پر پچاس فیصد مسلمان ہیں۔ اس کا دارالسلطنت ترینا ہے۔ یہاں پر اب تعلیمی ترقی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

ازبکستان

۱۹۲۴ء میں انقلاب روس کے بعد یہاں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ ۸۵ ہزار مربع میل ہے۔ اس کا پایہ تخت تاشقند ہے۔ اس علاقہ میں کپاس، نیشکر، دھان، آلو بخارا، منقی، انگور اور دیگر پھل بکثرت پائے جاتے ہیں معدنیات کی کانیں بھی دریافت ہو چکی ہیں۔

ایران میں اس وقت ۲۴-۳۵ کروڑ بیرل[1] تیل نکل رہا ہے۔
۱۹۱۲ء میں آبادان کے جزیرے میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ بن چکا ہے۔ اس میں ہر سال دو ارب بیرل تیل صاف کرنے کی گنجائش ہے۔ ایران کا تیل زبردست سیاسی ہنگاموں کی بنیاد بن چکا ہے۔
یہاں پر کاشتکاری بھی ہوتی ہے اور صنعتی کارخانے بھی موجود ہیں۔ اس علاقہ میں ۲۰ فیصدی تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ ملک سلامتی کونسل کا رکن ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ ۶۳ء ۲۶۹۱۰۰۰۰۰۰ ہے۔

انڈونیشیا تین ہزار جزیروں کا یہ ملک ایشیا اور آسٹریا کے درمیان سمندر میں ۳۲۰۰ میل تک پھیلا ہوا ہے۔
انڈونیشیا کی حکومت کا اعلان ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء میں ہوا۔ اس کا قومی پرچم دو رنگا (سرخ اور سفید) ہے۔ عرب مسلم تاجر اور ہندوستانی تاجروں سے تیرھویں صدی عیسوی سے وہاں اسلام پھیلا۔
انڈونیشیا اب دنیائے اسلام میں سب سے بڑی سلطنت ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۷ لاکھ ۳۵ ہزار مربع میل ہے۔ اور اس میں ۶۲ فیصدی بحری علاقہ ہے۔
انڈونیشیا میں شامل جزائر کی تعداد ۱۳۶۷۷ ہے۔ جن میں سے ۶۰۴۴ آباد جزائر ہیں۔ اور ان میں سب سے بڑے آباد جزائر کلیمنتان، سماترا، مغربی ایران، سلاویری اور جاوا ہیں۔ اس ملک کی کل آبادی دس کروڑ تیس لاکھ ہے۔ وہاں ۹۵ فیصد مسلمان بستے ہیں۔

---

[1] ایک بیرل ۳۵ برطانوی یا ۴۲ امریکن گیلن کے برابر ہوتا ہے۔

آزر بائیجان

یہ جمہوری حکومت ہے۔ اس کا قیام ۱۹۲۰ء میں عمل میں آیا۔ اس کا رقبہ ۳۳ ہزار مربع میل۔ اور آبادی تقریباً ۳۲ لاکھ، یہ ریاست سوویت یونین اور ایران کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کی اکثریت مسلمان ہے۔ اور اس کا دارالسلطنت شہر کوبل ہے۔

اس علاقہ میں تیل، گندھک، جست، الومنیم، سیسہ، لوہا اور تانبے کے ذخیرے موجود ہیں، یہاں سے ایک سو سے زائد اخبارات اور رسائل شائع ہوتے ہیں۔

آئیوری کوسٹ

یہ افریقہ کا ایک علاقہ ہے۔ ۷۔ اگست ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۱۲۳۰۰۰ مربع میل ہے۔ اور اس کی آبادی ۶۰ء تک ۳۲ لاکھ۔ اس کی نصف آبادی مسلم ہے۔ اور اس کا پایۂ تخت عابدین ہے۔

ایران

یہ ایک خود مختار حکومت ہے۔ یہاں قادسیہ اور نہاوند کی جنگ کے بعد اسلام پھیلا۔ مختلف زمانوں میں یہاں مختلف خاندانوں کی حکومت رہی۔ پہلے یہاں کی زبان عربی تھی، بعد میں فارسی ہوگئی۔ اس کا رقبہ ۶ لاکھ ۳۶ ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۶۰ء تک دو کروڑ ۱۰ لاکھ تھی۔ ایران کی کل آبادی مسلم ہے۔ اس کی راجدھانی تہران ہے۔ قومی اور سرکاری زبان فارسی ہے اس کی قومی آمدنی ۲۰ کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ ہے۔ اور اس کی قومی آمدنی کا بیشتر ذریعہ تیل ہے۔

عہد حاضر کی اسلامی سلطنتیں

آج سے تقریباً چودہ سو سال بیشتر جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا ظہور ہوا تھا تو اس وقت ان لوگوں کی جہالت و بربریت ضرب المثل تھی لیکن یہی جاہل و وحشی افراد چند سو سال کی مدت میں دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ گئے۔ اور انھوں نے علم و حکمت، تدبر و سیاست، اخلاق و شجاعت کے وہ کارنامے انجام دئیے ہیں جس نے انسانی تاریخ کی کایا پلٹ کر رکھدی ہے۔ انھوں نے وہ بے مثال کارنامے انجام دئیے کہ اس کی آج کوئی دوسری مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ انھوں نے سائنٹیفک ایجادات کو ترقی دینے میں گرانقدر حصہ لیا، علم و فلسفہ کو پروان چڑھایا اور تخلیقی علوم و فنون میں بھی چار چاند لگا دئیے۔ آج ان علوم و فنون کا جو سرمایہ ہمارے پاس موجود ہے وہ انھیں کا مرہون منت ہے۔ اور یہ لوگ دنیا کے ہر ملک و ہر گوشے میں نہ صرف پہنچ ہی گئے بلکہ جس جگہ بھی پہنچے ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ان کی بہت سی شخصی و جمہوری ریاستیں بھی قائم ہیں۔ اور ان کے پاس معدنی، آبی، برقی اور انسانی قوت کے بہترین خزانے موجود ہیں اور دنیا کے جوٹ، ٹین اور ربر کی ضروریات کا تقریباً نصف، پیٹرول اور خام تیل کا ایک تہائی حصہ یہاں پیدا ہوتا ہے۔

ہے ایک باغ میں قبریں ہی قبریں ہیں۔

اُدیگری کے دیہات

یہاں کے اکثر دیہات کے جو نام ہیں ان سے یہ گمان غالب ہے کہ یہ نوابوں کے زمانے میں آباد ہوئے ہونگے، مثلاً قادر پور، حبیب پور، مصطفےٰ پور، حسن پور، علی پور، شاہ پور، فاطمہ پور، رسول آباد، رحمت آباد، سرور آباد، اکور آباد (اکبر آباد) نبی نگر وغیرہ، ادیگری میں ان کے علاوہ اور کوئی آثار قدیمہ نہیں ہیں۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھئے ادھر ویرانوں، قبرستانوں، کھنڈروں اور شکستہ محلات کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا۔

ہفتہ وار ذوالقرنین، بدایوں (یو، پی)
۱۴ ستمبر ۱۹۵۸ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۷۸ھ
۲۱ " " " ۶ ربیع الاول "
۲۸ " " " ۱۳ " "

حضرت عبدالقادر خانصاحبؒ کی تعلیم و تربیت پر آپ کے والد بزرگوار نے خصوصی توجہ دی۔ انھیں کے فیض سے آپ میں تصوف سے لگاؤ پیدا ہوا۔ اور ایک ولی کامل کی ملاقات نے آپ کی زندگی کو بدل ڈالا۔ ایک روز آپ کو غیبی ہدایت ہوتی جس کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

اس روحانیت کے تجربے کنار ولی کامل حضرت عبدالقادر خانصاحبؒ کا سالانہ عرس شریف ہوا کرتا ہے۔ دور دور سے لوگ جوق در جوق والہانہ اس تقریب میں شرکت فرماتے ہیں۔ ہزاروں بندگان خدا کا اژدہام بلا تخصیص مذہب و ملت ہوتا ہے۔ معتقدین کی جانب سے ہر طرح کا انتظام ہوا کرتا ہے۔

اُدیگری کے باغات

یہاں کے باغات بھی بہت مشہور ہیں۔ ان کے ناموں سے یہ گمان ہوتا اغلب ہے کہ یہ نوابوں کے دور میں لگائے گئے ہونگے۔ میر جملہ نے آج سے تقریباً تین سو سال پیشتر ایک باغ لگایا تھا جو اب اجڑ چکا ہے۔ بسا اوقات یہاں کے لوگ سیر و تفریح کی غرض سے باغوں میں جاتے ہیں قسم قسم کے پکوان پکاتے ہیں، اور جھولے ڈال کر جھولتے ہیں۔ گانا بجانا بھی ہوتا ہے۔ جس سے لطف اندوز ہوتے ہیں یہاں کے اکثر باغات اجڑ چکے ہیں اب جو صرف چند باقی رہ گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) سرکاری باغ (۲) استاد باغ (۳) مولوی باغ (۴) فقیر باغ، (۵) سرور بی باغ وغیرہ۔ آجکل اکثر باغات میں کھیتی باڑی بھی ہوتی

ہے لہٰذا دس میل کے دور سے سیاحوں کو سب سے پہلے یہی مسجد دکھائی دیتی ہے۔ اس کو بڑی مسجد کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک کمان کی ہے۔ اس پر بھی چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہیں۔

اس مسجد میں بمشکل دس پندرہ آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسکو میر جملہ نے ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں والی گولکنڈہ عبداللہ قطب شاہ کی ایماء سے شیخ حسین کی زیر نگرانی تعمیر کرائی۔ اب بھی یہ مسجد پختہ حالت میں موجود ہے۔ اس کو بھی محکمہ آثار قدیمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ مسجد کے محراب کے اوپر فارسی زبان میں ایک کتبہ خط شکستہ میں نصب ہے۔ وہ تقریباً دو فٹ چوڑا اور پانچ فٹ لمبا ہے۔ رسم الخط پیچیدہ ہونے کی بنا پر بہ آسانی پڑھا نہیں جا سکتا۔

درگاہ حضرت عبدالقادر خانصاحب رح

شہر میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب حضرت عبدالقادر خانصاحب رح کی درگاہ مقدس ہے۔ آپ اُدیگری کے نواب تھے۔ آرکاٹ کے نواب نے زوپلی ونکٹ راؤ کی جگہ میں مظفر علی خاں کو ادیگری روانہ کیا۔ ان کے بعد بودر علی خاں بعد ازاں عبدالقادر خانصاحب رح نواب بنے ان کے بعد ان کے فرزند عباس علی خانصاحب ان کے جانشین بنے۔ حکومت برطانیہ نے عباس علی خانصاحب کے زمانے میں اس مقام پر اپنا قبضہ جمایا اور محمد غوث خاں بہادر جو عباس علی خانصاحب کے فرزند تھے ماہانہ ڈھائی سو روپیہ بطور معاوضہ دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے دیگر خاندانی احباب کو بھی کچھ رقم معاوضہ کے طور پر ملا کرتی تھی۔

لنگولہ گجپتی نے قلعہ بنایا ہے۔ کرشنا دیورایا نے بھی اپنے زمانے میں ایک قلعہ تعمیر کرایا جس کا نام "بارہ قلعہ" تھا۔ بعد ازاں میر جملہ نے بھی ایک قلعہ بنوایا جس کا نام "پتی کنڈہ قلعہ" تھا۔ کرشنا دیورایا اور میر جملہ کے قلعوں کے ناموں سے یہ گمان اغلب ہے کہ بارہ قلعہ میر جملہ نے اور پتی کنڈہ قلعہ کرشنا دیورایا نے تعمیر کرائی ہوگی۔ بہرحال دونوں نے اس پہاڑ پر اپنے اپنے دور میں قلعے بنوائے۔ اس مقام پر کل تیرہ قلعے تھے۔ جن میں آٹھ پہاڑ پر اور پانچ پہاڑ کے نیچے۔ پہاڑ کی چوٹی پر جو قلعہ بنایا گیا تھا اس کا راستہ اتنا دشوار گزار ہے جو بیان سے باہر ہے۔ اس پہاڑ پر تقریباً پچاس برج دکھائی دیتے ہیں۔ ہر برج کی مورچہ بندی بہترین طرز پر ہے۔ فن انجینئری کا اگر کوئی کرشمہ دیکھنا چاہے تو ان قلعوں کو دیکھے۔ پہاڑ کے اطراف کتنی خفیہ دروازے ہیں اور فصیل بھی بنی ہوئی ہے۔

مساجد

یہاں پر دو مساجد پائی جاتی ہیں۔ ایک وسط کوہ میں دوسری پہاڑ کی چوٹی پر۔ وسط کوہ میں جو مسجد ہے وہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ البتہ دیواروں کی استرکاری کہیں کہیں سے خراب ہوتی ہے۔ مسجد کے محراب پر ایک کتبہ کندہ ہے۔ اس کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ قطب شاہ کے دور میں حسین خاں نے تعمیر کروائی۔ صحن مسجد میں سات مزار ہیں ان میں دو پختہ مزار ہیں۔ اس کو یہاں کے لوگ چھوٹی مسجد کہتے ہیں۔

دوسری مسجد پہاڑ کی چوٹی پر بنی ہے وہ بھی بالکل اچھی حالت میں موجود ہے۔ یہ مسجد بالکل پہاڑ کی چوٹی پر بنی ہوئی

قریہ کے باشندوں کو جنگلی جانوروں کا کوئی خوف نہیں۔ یہ لوگ پھل پھلاری فروخت کر کے یا مختصر سی زمین جو وہاں قابل کاشت ہے اناج اور ترکاریاں پیدا کر کے اپنی بسر اوقات کرتے ہیں۔

اُدیگری کے آثار قدیمہ۔ مناد ر

کہا جاتا ہے کہ گزشتہ دیولا کے زمانے میں تین سو ساٹھ منادر اور کنویں تھے۔ لیکن شہر کی بربادی کے ساتھ یہ بھی ویران ہو چکے ہیں۔ پھر بھی چند مندر ہیں جو اپنی قدیم عظمت و شان کو ظاہر کرتے ہیں۔

شہر سے متصل ہائی اسکول کے قریب ہی ایک بہت بڑا مندر ہے جس کو محکمۂ آثار قدیمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ کبھی کبھی اس کی مرمت بھی ہوا کرتی ہے۔ مندر کا صدر دروازہ بڑے بڑے پتھروں سے تیار کیا گیا ہے جس میں لکڑی یا لوہا بالکل نہیں۔ تعجب ہے کہ اس زمانے میں اس قدر بڑے بڑے پتھر بغیر جرثقیل کے اتنی بلندی پر کس طرح پہنچائے ہونگے۔ مندر کا جو حصار ہے وہ اتنا مضبوط ہے کہ آج بھی اس کی کوئی اینٹ بہ آسانی نہیں نکالی جا سکتی۔ وسط مندر میں ایک کتبہ موجود ہے یہ کتبہ تقریباً ڈھائی فٹ چوڑا اور چار فٹ لمبا ہے۔ اس کے علاوہ شہر کے قریب اور بہت سے مندر ہیں۔ جن کو دیکھنے سے اس زمانے کی تہذیب و تمدن کا پتہ چلتا ہے۔

قلعے تاریخی[1] واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس پہاڑ پر پہلے پہل

---

[1] ملاحظہ ہو آرکالاجیکل سروے آف سدرن انڈیا۔ جلد ا صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۰

کرتے ہونگے۔ ان کمروں سے متصل ہی ایک مضبوط دیوار بنی ہے۔ یہ دیوار اتنی وسیع ہے کہ بیل گاڑی باآسانی اس پر گذر سکتی ہے۔ اس سے قریب ہی ایک مسجد ہے جس کو یہاں کے لوگ چھوٹی مسجد کہتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑ کی چوٹی پر بھی ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کو بڑی مسجد کہتے ہیں۔

بارش کے دنوں میں یہاں کے چند لوگ پرانے برتنوں، سکّوں اور زیورات کے تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں بعض لوگ اس سعی میں ایک حد تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔

شاہی محلات کو پار کرنے کے بعد دائیں جانب ایک راستہ ملتا ہے اس راستے سے گزرتے وقت وہاں پر دو چشمے نظر آئیں گے جو ایک دوسرے سے بالکل قریب ہیں، ایک کا نام رام بگّا اور دوسرے کا کریم بگّا۔ ان چشموں کو دیکھنے سے ہندو مسلم اتحاد کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ ان چشموں کے قریب بانس کا بن اور نارنگیوں کے درخت ہیں۔

پہاڑ پر جابجا جھرنے اور آبشار ہیں۔ ان جھرنوں سے نکلا ہوا پانی شہر تک پہنچایا جاتا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک خزانۂ آب بنا ہوا ہے جس میں سوتوں کا پانی جمع ہو جاتا ہے اور ایک نالی کے ذریعہ شہر میں پہنچایا جاتا ہے۔ جس کو لوگ استعمال کرتے ہیں۔

پہاڑ کے دامن میں چند مندر ہیں ان کے قریب ہی ایک قریہ بسا ہوا ہے۔ اس کے قریب جو مندر ہے اس کو "کاسی وسویسوا" مندر کہتے ہیں۔ اس کے قریب ہی ایک کونیری بھی ہے۔ اس

یہ پہاڑ دیکھنے میں بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قرب وجوار میں بہت سی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ یہاں کے پہاڑ کو عجائبات کا نمونہ اور پرانی یادگاروں کی ایک خوشنما تصویر کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ اس پہاڑ پر جا بجا ایسی عمارتوں کے مٹے مٹے نقش نظر آتے ہیں جسے دیکھ کر ضرور حیران ہونا پڑتا ہے۔ ہمیشہ طلباء وطالبات تعلیمی سیر کے سلسلے میں یہاں آتے ہیں اور مختلف قسم کے پودوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ سادھو سنت یہاں پر پڑاؤ ڈال کر قسم قسم کی جڑی بوٹیوں سے اپنی جھولیوں کو بھر کر لے جاتے ہیں۔ اس پہاڑ کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ اگر کسی کو سانپ ڈس لے یا بچھو ڈنک لگائے تو جب تک مارگزیدہ پہاڑ پر رہے گا اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچے گا۔ مگر نیچے اترنے پر اس کا اثر دکھائی دے گا۔

اس پہاڑ پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ قدیم زمانے میں نواب ہاتھیوں پر بیٹھ کر جایا کرتے تھے۔ اس لئے ہاتھیوں کے جانے کے لئے راستے کا باقاعدہ انتظام ہے۔

پہاڑ کے دامن میں خزانۂ آب (RESERVOIR) بنا ہوا ہے۔ اس کے قریب ہی آم اور جامن وغیرہ کے درخت ہیں۔ اکثر لوگ جو پہاڑ پر قیام کرتے ہیں۔ اسی مقام پر پکوان کرکے کھاتے ہیں۔

وسط کوہ میں چند شاہی محلات تھے جواب اجڑ چکے ہیں۔ البتہ دو کمرے اب بھی موجود ہیں جن میں غالباً نوکر چاکر رہا

آب و ہوا

یہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ جاڑوں میں سخت جاڑا ہوتا ہے اور گرمیوں میں سخت گرمی۔ پانی پہاڑ سے آتا ہے جو صحت کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ یہاں کی دو تہائی آبادی اسی پانی کو استعمال کرتی ہے۔ یہاں کے جانور فربہ اندام ہوتے ہیں جن کا گوشت بہت مزیدار ہوتا ہے۔

میوے اور دیگر اشیاء

پھلوں میں سوائے آم کے یہاں کوئی قابل تعریف نہیں ہے۔ مثلاً قلندر پسند، ٹیپو پسند، قادر پسند، کچا میٹھا وغیرہ۔ یہاں کے پہاڑ پر بہترین پھلوں کا باغ تھا اب وہ اجڑ چکا ہے۔ کارآمد اشیاء، جو یہاں سے دیگر مقامات کو روانہ کی جاتی ہیں۔ ان میں ریٹھا، موم، شہد، پستہ اور قسم قسم کی جڑی بوٹیاں ہیں۔ اس وقت یہ مقام سیاحوں کو دعوت نظارہ کا پیام دینے کے علاوہ اور کوئی خاص بات نہیں جو قابل ذکر ہو۔

اُدیگری کا پہاڑ

یہاں کا پہاڑ سطح سمندر سے تین ہزار انیاسی ۳۰۷۹ فٹ بلند ہے۔ اس کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے تقریباً پانچ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔ یہ پہاڑ گویا ایک مستحکم قلعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑی میں سنجیوی ہے۔ اس کے متعلق بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب راجہ راون اور رام چندر جی کی لڑائی ہوئی تھی اس وقت لچھمن جی کے لئے ہنومان سنجیوی کا پہاڑ لے جا رہے تھے اس کا ایک حصہ ٹوٹ کر اس پر گرا ہے۔ اس لئے اس میں ضرور سنجیوی ہے۔

ادگیری کی موجودہ حالت

اس وقت یہ شہر دیکھنے والوں کو شہر خموشاں کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں کی نصف آبادی مسلمانوں کی ہے۔ یہ لوگ صنعت وحرفت کے ماہر ہیں۔ لیکن اس مشینی دور میں ترقی کرنے کے لئے ان کو مشینیں میسر نہیں اس لئے ترقی کے ذرائع بالکل مسدود ہیں۔ اگر ان کو بھی چند مشینیں میسر ہوں تو ترقی کے توقع کی جا سکتی ہے۔

یہاں کے لوگ شکار کے بہت شوقین ہیں آج بھی ان کے پاس مختلف قسم کے شکاری پرندے موجود ہیں۔

رسومات

یہاں پر رسومات کی کثرت ہے۔ شادی بیاہ، بسم اللہ خوانی وغیرہ میں یہ لوگ بیسیوں قسم کے پکوان پکا کر بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ یہاں کی نوے فیصد لڑکیاں شہر کی چار دیواری ہی میں بیاہی جاتی ہیں اور غریب سے غریب خاندان کا دولہا بھی انچالیس ۳۹ تولہ زر خالص مہر باندھتا ہے۔ اور اس سے کم مہر پر نکاح کرنا اپنے خاندان کی توہین سمجھتا ہے۔

مکانات

یہاں کے مکانات بالکل ہوادار ہوتے ہیں سوائے ایک دو کمروں کے تمام مکان کھلا رہتا ہے۔ البتہ ڈیوڑھی نہایت شاندار نظر آتی ہے۔ یہاں پر چوری چکاری کا بالکل خوف نہیں۔ یہاں کی اکثریت بالکل غریب ہے لیکن ان میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

ہونا بھی محال ہے۔ اس لئے ان اشیاء کے تیار کرنے والے اب دلچسپی سے کام نہیں لے رہے ہیں، لیکن پھر بھی صنعت جاری ہے لکڑی سے تیار کردہ گھوڑا، ہاتھی اور شیر بھی یہاں موجود ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ ماہ محرم میں ان کو سنوارا جاتا ہے اور تعزیوں کا جلوس ان کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ دور سے دیکھنے والوں کو ان پر زندہ جانوروں کا گمان ہوتا ہے۔ میز، کرسی، پلنگ اور چمچ وغیرہ تو یہاں بہترین تیار ہوتے ہی ہیں۔ گاہے ماہے لکڑی کے منقش برتن بھی تیار ہوا کرتے ہیں۔

قابل ذکر صنعت یہ ہے کہ وقت بتلانے والی گھڑی بھی صرف لکڑی ہی سے تیار کرتے تھے۔ غالباً بعض لوگوں کے لئے یہ بات تعجب خیز ہوگی اور یہ غور کریں گے کہ اسپرنگ وغیرہ کس طرح سے تیار کرتے ہونگے، بانس کی چھال سے یہ لوگ اسپرنگ کا کام لیتے تھے اس صنعت میں مشقت زیادہ اور معاوضہ کم ملتا ہے لہٰذا اس وقت یہ صنعت معدوم ہوگئی ہے۔ اور دن بدن ان اشیاء کا وجود ختم ہوتا جارہا ہے۔

یہاں کے کمہار بھی بہت مشہور ہیں۔ قسم قسم کی رنگین صراحیاں جن پر نقش ونگاری ہوتی ہے بناتے ہیں۔ ان صراحیوں کو تاجر حضرات خرید کر دور دراز مقامات پر لے جاکر فروخت کرتے ہیں۔ مٹی کے برتن بھی بہت ہی نفیس اور رنگین بناتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے یہاں کی مٹی بھی اسی طرح کی بنائی ہے جو برتنوں کی نفاست قائم رکھنے میں کافی معاون ہے۔

اپنے مکان پر بلا لے گیا۔ حکیم صاحب کا یہ معمول تھا کہ عورتوں کی نبض پر تاگا باندھ دیا جاتا اور ایک سرا حکیم صاحب کے ہاتھ میں دیدیا جاتا تھا، جس کے ذریعہ وہ مرض کی تشخیص کیا کرتے تھے۔ اس شخص نے پردے کے پیچھے سے ایک ڈوری حکیم صاحب کے ہاتھ میں دیدی۔ یہ ڈوری بھینس کے پیر میں بندھی ہوئی تھی۔ حکیم صاحب نے اس کو دیکھ کر فوراً کہا کہ اگر اسے چارہ اور کچھ اچھی طرح دیا جائے تو یہ بہت دودھ دے گی۔ اس جواب پر ان کی قابلیت کا چرچا اور بڑھ گیا۔

اُدیگری کی صنعتیں

نوابوں کے دور میں یہاں ہر ہر قسم کے کاریگر اور صناع جمع ہو گئے تھے۔ آج بھی یہاں ہر قسم کے کاریگر موجود ہیں، جنکی صناعی کے نادر نمونے نمائش کے لئے دہلی، کلکتہ، بمبئی اور حیدرآباد وغیرہ لے جاکر پہلا انعام حاصل کرتے آرہے ہیں۔ حکومت برطانیہ کے دور میں دور دور سے انگریز افسر اس مقام کو دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے اور واپسی میں یہاں کی دستکاری کے نمونے بطور یادگار فراخدلی سے روپیہ خرچ کر کے خریدے جاتے تھے۔ اب ان کے قدرداں موجود نہیں جس کی وجہ سے ان کی صناعی روز بروز ختم ہوتی جارہی ہے۔

میزوں کی زینت کے لئے چاقو، چھری، کانٹا، کپ اور طشتری لکڑی ہی سے بناتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک سیٹ تقریباً تیس چالیس روپئے میں فروخت ہوتا تھا۔ اب دس روپیہ میں فروخت

ہو گئے تھے جو بعد میں زمانے کی زبوں حالی کے باعث منتشر ہو گئے۔ آجکل صرف چند خاندانوں کے لوگ موجود ہیں جو مذکورۂ بالا درج ہیں۔

اطبار یہاں کے اطبار کی شہرت بھی زباں زد خاص وعام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک حکیم صاحب جو طبیب حاذق تھے ان کے پاس ایک جذامی آیا اور علاج کرنے کے لئے کہا۔ حکیم صاحب نے چار سو روپیہ اس کے علاج کے لئے طلب کیا۔ مریض کے پاس اس وقت دو سو روپیہ تھا، دیا اور بقایا روپیہ بعد میں دینے کا وعدہ کر کے دوا لے کے چلا گیا۔ دوا کے ختم ہونے تک برابر اس کے جسم کا نصف حصہ یعنی ایک پیر، ہاتھ، کان وغیرہ۔ غرض کہ سر سے پیر تک آدھا حصہ اچھا ہو گیا، مریض بقیہ دو سو روپیہ لے کے آیا تو اس وقت تک حکیم صاحب اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔

کہتے ہیں کہ کسی نواب صاحب نے مسہل لے لیا تھا۔ اتفاقاً ڈیوڑھی کے سامنے سے ٹوکروں میں بہترین خربزے جا رہے تھے۔ نواب صاحب کا جی چاہا کہ خربزے کھا لیں، حکیم صاحب سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو اجازت مل گئی۔ خربزے کھانے کے بعد حکیم صاحب نے ایک چھوٹی سی قرص دیدی جسکے نگلتے ہی فوراً خربزے معدے سے خارج ہو گئے۔

ایک اور واقعہ بھی بہت مشہور ہے، کہ ایک طبیب کی اس شہر میں خاص شہرت تھی۔ کسی چلبلے شخص نے انھیں

سماں ایسا نظر آتا ہے کہ گویا پہاڑ کے دامن میں خیمے نصب ہیں اور ان مندروں کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تیرتھ کا مقام ہے۔ اونچے اونچے مندر نہایت خوشنما نظر آتے ہیں۔

ادگیری کی قدیم حالت

کہا جاتا ہے کہ نوابوں کے زمانے میں اس شہر میں جا بجا ورزش گاہیں اور ہر محلے میں کشتیوں کے اکھاڑے ہیں۔ جہاں ہمیشہ مقابلے ہوا کرتے تھے۔ بانک، بنوٹ، پٹہ اور شمشیر زنی میں یہ لوگ اپنی مثال آپ ہی تھے۔ آج بھی ان کی بہادری کے کارنامے زباں زد خاص و عام ہیں۔ اس شہر میں قدیم زمانے کے آلات و اشیار مثلاً تلواریں، ڈھالیں، زرہیں، لباس اور جوتے وغیرہ بطور یادگار موجود ہیں۔ جن کے دیکھنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک ایک ڈھال اتنی وزنی ہے کہ موجودہ دور کے چار آدمی بھی مل کر بہ آمشکل اٹھا نہیں سکتے۔

یہاں پر علماء، فضلا، حفاظ اور اطبا کی بھی کثرت تھی۔ ان کے لکھے ہوئے قلمی نسخے عربی اور فارسی زبان میں اب بھی موجود ہیں۔ نوابوں کے عہد میں یہاں پر کئی خاندانوں کے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ مثلاً خاندان خلجی، عفان، چشتی، حسینی، صدیق تور، نقیب، ڈھوبڑا، مشعلچی وغیرہ۔

یہاں پر ہر قسم کے پیشہ ور بھی مسلمان تھے۔ مثلاً زرگر، حلوائی، درزی، گونڈا، لوہار، بڑھئی، چوڑی فروش، قلعی گر وغیرہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ہمہ قسم کے پیشہ ور جمع

جزیرہ نما شمال مشرقی حصے پر بتدریج قبضہ کر رہے تھے۔ تخت نشینی کے بعد ونکٹ پتی رائل نے چاہا کہ گولکنڈہ والوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جائے اس لئے اس نے ان مقبوضات پر حملہ کیا جو گولکنڈہ کے ماتحت آچکے تھے۔ گولکنڈہ والوں نے اس کے جواب میں دوسری طرف پنگنڈہ پر حملہ کر دیا۔ محاصرہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور گولکنڈہ والے واپس ہوئے۔ ان کی واپسی نے ونکٹ پتی رائل کو اور جرآت دلادی۔ اس نے اودگیری (ضلع نیلور) کے راجہ کو خط لکھا کہ مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔ اس نے خود بھی بہت سی فوج اس کی تائید کے لئے بھیج دی۔ اس خبر کو سن کر راجہ راؤ جو گولکنڈہ کی جانب سے ونوکنڈہ پر حاکم تھا۔ مدافعت کے لئے نکلا، اور جنگ میں اودگیر والوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے یہاں سے بڑھ کر خاص اودگیری (ضلع نیلور) پر قبضہ کر لیا۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے یہاں پر راجاؤں کی اور بعد میں نوابوں کی حکومت رہی۔ ان کے زمانے میں یہ شہر بہت ترقی پر تھا لیکن اب گمنام ہو چکا ہے۔ یہ مقام ایک پہاڑ کی دامن میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت یہ شہر بام عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت اس کا رقبہ بیس میل تھا۔ اس مقام پر داخل ہونیوالوں کیلئے سب سے بیشتر چند عمارتیں نظر آئیں گی۔ وہ مشنریوں کی ہیں۔

ان عمارتوں میں کسی زمانے میں امریکن زنانہ دواخانہ تھا۔ اب یہاں پر ایک مدرسہ جاری ہے جس کے تحت ایک دارالاقامہ بھی ہے۔ قریب ہی ایک گرجا گھر بھی ہے۔ دور سے دیکھنے میں شہر کا

ہوتے ہی اپنے بھتیجے اور تین سگے بھائیوں کو چندر گیری کے قلعے میں قید کر دیا۔ اس کے بعد وہ ڈیڑھ سال تک وجیا نگر کے سابق حکمرانوں کے کارناموں کے مطالعے میں مصروف رہا۔"

نیوز لکھتا ہے کہ :-

"ان کاغذات میں اس کو نرسمہا کا ایک وصیت نامہ ملا جس میں تحریر تھا کہ اس کے جانشین کو چاہئے کہ قلعہ اُدگیر کو اڑیسہ والوں کے قبضے سے اور قلعہ رائچور اور مدگل کے مسلمانوں کے تصرف سے نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔"

تخت نشینی کے تین سال بعد اس نے میسور پر فوج کشی کر کے سیوا سمندرم اور سرنگا پٹنم پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال کے آخر میں ادیگری پر قبضہ کر لیا گیا۔ ادیگری پر حملہ ان مسلسل جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا جس نے اسے آئندہ چار سال تک اڑیسہ والوں سے لڑائیوں میں مصروف رکھا۔

مصنف ہذا تاریخ جنوبی ہند صفحہ ۲۴۵ میں رقمطراز ہے۔

ونکٹ پتی رائل ۱۵۸۶ء۔۱۶۱۴ء

"سری رنگا کی وفات کے بعد اس کا بھائی رام رائل تخت نشین ہوا۔ لیکن اسی چند روز کے بعد اس کے انتقال پر ونکٹ پتی رائل تخت نشین ہوا۔ اس عرصے میں گولکنڈہ کے مسلمان

ادیگری کی تاریخی یادگاریں

تاریخی مضمون:-

تازہ خواہی داشتن گرداغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

ادیگری:- یہ مقام آندھرا پردیش میں نیلور سے مغربی جانب ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قدیم زمانے میں اس کو تاریخی اہمیت حاصل تھی، لیکن آجکل اکثر لوگ اس کے نام سے بھی ناواقف ہیں۔ تاہم یہاں کا پہاڑ، قلعے، مساجد، منادر اور دستکاری کے نادر نمونے ہر خاص و عام کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ خصوصاً طلبا و طالبات کی تعلیمی جماعتیں سیر کے سلسلے میں یہاں آکر لطف اندوز ہوکر صناعی کے نادر نمونے دیکھتی ہیں اور ان کو خرید کر بطور یادگار لے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس شہر کا نام "اُدیادری پورم" تھا۔ رفتہ رفتہ ادیگری کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اس شہر کو آج سے تقریباً پانسو سال بیشتر جو تاریخی عظمت حاصل تھی اس سے متعلق "محمود بنگلوری" اپنی تصنیف تاریخ جنوبی ہند صفحہ ۱۷۶-۷۷ میں لکھتے ہیں۔

"کرشنا دیورایا ۱۴۸۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۲۳ سال تھی۔ اسنے تخت نشین

بتانے والا۔ (۶) چغلی کھانے والا۔

شبِ برأت میں قبرستان کو جانا

ترمذی میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر موجود پایا۔ میں آپؐ کی تلاش میں نکلی تو آپؐ کو جنت البقیع میں دیکھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ اور اسکا رسولؐ تم پر ظلم کرے گا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ مجھے خیال ہوا کہ آپؐ اپنی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: سنو! شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالےٰ نچلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ (قبیلہ کلب بکریوں کی زیادتی میں مشہور تھا۔) اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوتیں۔ ایک تو اس رات میں قبرستان جانا، دوسرے مغفرت طلب کرنا۔

(پندرہ روزہ "قرطاس و قلم" حیدرآباد)
۱۰ و ۲۵ مارچ ۱۹۹۹ء

میں اٹھ کر مسجد میں گئی۔ آپؐ سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ میرا پاؤں اندھیرے میں آپؐ پر پڑا۔ آپ خدا سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔ میرا جسم و خیال تجھے سجدہ کرتا ہے۔ میرا دل تجھ پر ایمان لایا۔ اس ہاتھ سے جو گناہ میں نے کئے ہیں اسے بخشنے والے تو ان گناہوں کو بخش دے۔ میرا چہرہ اس کو سجدہ کرتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت بنائی اس کے کان اور آنکھیں بنائیں۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور کہا یا اللہ! مجھے وہ دل عطا کر جو شرک سے پاک ہو، صاف ہو، کفر سے بری و بیزار ہو، سخت ہو بدبخت نہ ہو، پھر دوبارہ سجدہ کیا، اور میں سنتی تھی، کہ آپؐ کہہ رہے تھے، میں تیرے غضب سے تیری معافی کا دامن پکڑتا ہوں اور تیرے قہر سے تیری رحمت کی التجا کرتا ہوں۔ میں تیری تعریف نہیں کر سکتا، تو ویسا ہے جیسا کہ تو خود اپنی تعریف کرتا ہے۔ میرا چہرہ میرے آقا کے آگے مٹی میں خاک آلود پڑا ہے۔ اور اسے واجب ہے کہ اپنے آقا کے روبرو خاک آلود ہو۔

پھر آپؐ نے سر اٹھایا تو میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ یہاں تشریف فرما ہیں اور میں وہاں۔ آپؐ نے فرمایا اے حمیرہؓ (یہ حضرت عائشہؓ کا عرف ہے) کیا تو نہیں جانتی یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی رات میں قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے برابر دوزخیوں کو آزاد کرتا ہے۔ مگر چھ اشخاص کو نہیں بخشتا۔ (۱) شراب پینے والا۔ (۲) والدین کا نافرمان (۳)۔ زنا کرنے والا۔ (۴) بیجا لڑائی کرنے والا۔ (۵) تصویر

جانب نزول رحمت فرماتا ہے۔ اور ندا کی جاتی ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ بخشش دوں، ہے کوئی گرفتار بلا کہ اس کی مصیبت کو دور کروں، ہے کوئی قرضدار کہ اس کے قرضوں کو دور کروں ہے کوئی بیمار کہ اسے صحت عطا کروں، اسی طرح کئی ندائیں طلوعِ فجر تک رہتی ہیں۔ (مفہوم)

اس لئے کسی بھی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ یہ رات کھیل کود یا غفلت میں گذار دے۔ یہ رات اللہ تعالیٰ کا مخصوص رحیمانہ عطیہ ہے۔ جو اسے قبول کرے (یعنی رات بھر ذکر و عبادت میں مشغول رہے) وہ ہوشیار اور دین و دنیا کی کامیابی سے ہمکنار ہونے والا ہے۔ اور جس نے اس رات کی اہمیت کو محسوس نہ کیا اس نے دین اور دنیوی اعتبار سے نقصان اٹھایا۔

شبِ برأت کی فضیلت

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک روز مجھے حضور اکرم ؐ نے ایک کام کے لئے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے گھر بھیجا۔ جا کر کہا کہ جلدی کرو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ شعبان کا ذکر صحابہؓ کو سنا رہے ہیں، میں سننے سے نہ رہ جاؤں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: آؤ میں تمہیں پندرھویں شعبان کی رات کا ذکر سناتی ہوں۔ ایک دفعہ اس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے گھر باری تھی۔ میرے لحاف میں داخل ہو کر چلے گئے، میں بیدار ہوئی تو آپؐ کو نہ پایا۔ میں نے سمجھا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے ہاں گئے ہیں،

سے محض تشبیہ حضور اکرمؐ کا مقصد اعلیٰ انتہائی کثرت اور زیادتی کو بیان کرنا ہے۔ جو انسانی تصور میں نہیں آسکتی۔ اس مبارک رات میں قبرستان جانا، خیر خیرات کرنا، مُردوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا، استغفار کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شعبان کی رات کو حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کیطرف منہ اٹھا کر دیکھیں۔ میں نے پوچھا: یہ کونسی رات ہے؟ فرمایا: اس رات میں اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتے ہیں۔ جو شخص مشرک نہیں ہوتا، اسے بخش دیتے ہیں، مگر جو کہ ساحر، کاہن، زانی اور سود پر اصرار، ملاوٹ کرنے والا ہو، ان لوگوں کو بخشا نہیں جاتا حتیٰ کہ وہ توبہ کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو انسان آئندہ سال پیدا ہونے والے ہوتے ہیں ان کی پیدائش کا ذکر اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سال بھر میں جو مرنے والے ہیں ان کی موت بھی اسی رات میں لکھدی جاتی ہے۔ اسی رات میں لوگوں کے اعمال عرش الٰہی پر پہنچائے جاتے ہیں اور اسی رات لوگوں کا رزق اتارا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شعبان کی پندرھویں شب آئے تو اس شب میں قیام کرو۔ غروب آفتاب ہی سے اللہ رب العزت آسمان سے دنیا کی

روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شعبان کی پندرھویں یعنی پندرھویں رات کو اللہ جل شانہٗ اپنی مخلوق کے احوال پر نگاہ فرماتا ہے اور مومن کی بخشش ہوتی ہے۔ اور کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کینہ پرور لوگوں کو بھی ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے جب تک کہ وہ اپنے دل سے کینہ و کدورت کو ترک کر دیں۔

مستند احادیث مبارکہ میں ہے کہ اس رات بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور ان کا رزق تقسیم کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان سے دنیا پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس رات میں پورے سال کے معاملات طے فرمادیتے ہیں اور مرنے والوں کے نام کاٹ دئے جاتے ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اس مقدس شب میں جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ اور ہر دروازے پر فرشتے ندا کرتے ہیں اور اس مبارک رات میں جو مومنین رکوع و سجود کرتے ہیں، تو یہ استغفار کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، تلاوت کلام پاک کرتے ہیں، ملائکہ ان سب کو بلاتے ہیں اور یہ سلسلہ شب کے آغاز سے طلوع فجر تک جاری رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس رات کو بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد کریگا۔ قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں

شبِ برأت کی حقیقت و اہمیت

سال بھر میں دو راتیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں ایک لیلۃ القدر، دوسری لیلۃ البرآت، یہ شعبان المعظم کی پندرھویں شب ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے، جس کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ جس کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان میرا مہینہ ہے۔ رجب اللہ جل شانہٗ کا مہینہ اور رمضان میری اُمّت کا۔ شعبان گناہوں کو دور کرنے والا ہے اور رمضان بالکل پاک کردینے والا۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ رجب کا شرف اور فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے، جیسے دوسرے کلاموں پر قرآن مجید کی۔ اور تمام مہینوں میں شعبان کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے تمام انبیاء پر میری فضیلت ہے۔ اور دوسرے مہینوں پر رمضان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کائنات پر اللہ کی فضیلت۔ اس مہینے کی فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت فرمادیا ہے کہ یہ میرا مہینہ ہے۔

شبِ برأت کی حقیقت و اہمیت

سال بھر میں دو راتیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں ایک لیلۃ القدر، دوسری لیلۃ البرآت، یہ شعبان المعظم کی پندرھویں شب ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے، جس کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ جس کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے شعبان میرا مہینہ ہے۔ رجب اللہ جل شانہٗ کا مہینہ اور رمضان میری اُمّت کا۔ شعبان گناہوں کو دور کرنے والا ہے اور رمضان بالکل پاک کردینے والا۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ رجب کا شرف اور فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے، جیسے دوسرے کلاموں پر قرآن مجید کی۔ اور تمام مہینوں میں شعبان کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے تمام انبیاء پر میری فضیلت ہے۔ اور دوسرے مہینوں پر رمضان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کائنات پر اللہ کی فضیلت۔ اس مہینے کی فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت فرمادیا ہے کہ یہ میرا مہینہ ہے۔

روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شعبان کی پندرھویں یعنی پندرھویں رات کو اللہ جل شانہٗ اپنی مخلوق کے احوال پر نگاہ فرماتا ہے اور مومن کی بخشش ہوتی ہے۔ اور کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کینہ پرور لوگوں کو بھی ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے جب تک کہ وہ اپنے دل سے کینہ و کدورت کو ترک کر دیں۔

مستند احادیث مبارکہ میں ہے کہ اس رات بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں، اور ان کا رزق تقسیم کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان سے دنیا پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس رات میں پورے سال کے معاملات طے فرمادیتے ہیں اور مرنے والوں کے نام کاٹ دیئے جاتے ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اس مقدس شب میں جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور ہر دروازے پر فرشتے ندا کرتے ہیں اور اس مبارک رات میں جو مومنین رکوع و سجود کرتے ہیں، تو بہ استغفار کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، تلاوت کلام پاک کرتے ہیں، ملائکہ ان سب کو بلاتے ہیں اور یہ سلسلہ شب کے آغاز سے طلوع فجر تک جاری رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس رات کو بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد کریگا۔ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں

سے محض تشبیہ حضور اکرم کا مقصد اعلیٰ انتہائی کثرت اور زیادتی کو بیان کرنا ہے۔ جو انسانی تصور میں نہیں آسکتی۔ اس مبارک رات میں قبرستان جانا، خیر خیرات کرنا، مُردوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا، استغفار کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شعبان کی رات کو حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کیطرف منہ اٹھا کر دیکھیں۔ میں نے پوچھا: یہ کونسی رات ہے؟ فرمایا: اس رات میں اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتے ہیں۔ جو شخص مشرک نہیں ہوتا، اسے بخش دیتے ہیں، مگر جو کہ ساحر، کاہن، زانی اور سود پر اصرار، ملاوٹ کرنے والا ہو، ان لوگوں کو بخشا نہیں جاتا حتیٰ کہ وہ توبہ کرلیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو انسان آئندہ سال پیدا ہونے والے ہوتے ہیں ان کی پیدائش کا ذکر اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سال بھر میں جو مرنے والے ہیں ان کی موت بھی اسی رات میں لکھدی جاتی ہے۔ اسی رات میں لوگوں کے اعمال عرش الٰہی پر پہنچائے جاتے ہیں اور اسی رات لوگوں کا رزق اتارا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شعبان کی پندرھویں شب آئے تو اس شب میں قیام کرو۔ غروب آفتاب ہی سے اللہ رب العزت آسمان سے دنیا کی

جانب نزول رحمت فرماتا ہے۔ اور ندا کی جاتی ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ بخشش دوں، ہے کوئی گرفتار بلا کہ اس کی مصیبت کو دور کروں، ہے کوئی قرضدار کہ اس کے قرضوں کو دور کروں، ہے کوئی بیمار کہ اسے صحت عطا کروں، اسی طرح کئی ندائیں طلوعِ فجر تک رہتی ہیں۔ (مفہوم)

اس لئے کسی بھی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ یہ رات کھیل کود یا غفلت میں گذار دے۔ یہ رات اللہ تعالیٰ کا مخصوص رحیمانہ عطیہ ہے۔ جو اسے قبول کرے (یعنی رات بھر ذکر و عبادت میں مشغول رہے) وہ ہوشیار اور دین و دنیا کی کامیابی سے ہمکنار ہونے والا ہے۔ اور جس نے اس رات کی اہمیت کو محسوس نہ کیا اس نے دینی اور دنیوی اعتبار سے نقصان اٹھایا۔

شبِ براَت کی فضیلت

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک روز مجھے حضور اکرمؐ نے ایک کام کے لئے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے گھر بھیجا۔ جا کر کہا کہ جلدی کرو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ شعبان کا ذکر صحابہؓ کو سنا رہے ہیں، میں سننے سے نہ رہ جاؤں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: آؤ میں تمہیں پندرھویں شعبان کی رات کا ذکر سناتی ہوں۔ ایک دفعہ اس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے گھر باری تھی۔ میرے لحاف میں داخل ہو کر چلے گئے، میں بیدار ہوئی تو آپؐ کو نہ پایا۔ میں نے سمجھا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے ہاں گئے ہیں

میں اٹھ کر مسجد میں گئی۔ آپؐ سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ میرا پاؤں اندھیرے میں آپؐ پر پڑا۔ آپ خدا سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔ میرا جسم و خیال تجھے سجدہ کرتا ہے۔ میرا دل تجھ پر ایمان لایا۔ اس ہاتھ سے جو گناہ میں نے کئے ہیں اسے بخشنے والے تو ان گناہوں کو بخش دے۔ میرا چہرہ اس کو سجدہ کرتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت بنائی اس کے کان اور آنکھیں بنائیں۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور کہا یا اللہ! مجھے وہ دل عطا کر جو شرک سے پاک ہو، صاف ہو، کفر سے بری و بیزار ہو، سخت ہو بدبخت نہ ہو، پھر دوبارہ سجدہ کیا، اور میں سنتی تھی، کہ آپؐ کہہ رہے تھے، میں تیرے غضب سے تیری معافی کا دامن پکڑتا ہوں اور تیرے قہر سے تیری رحمت کی التجا کرتا ہوں۔ میں تیری تعریف نہیں کر سکتا، تو ویسا ہے جیسا کہ تو خود اپنی تعریف کرتا ہے۔ میرا چہرہ میرے آقا کے آگے مٹی میں خاک آلود پڑا ہے۔ اور اسے واجب ہے کہ اپنے آقا کے روبرو خاک آلود ہو۔

پھر آپؐ نے سر اٹھایا تو میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ یہاں تشریف فرما ہیں اور میں وہاں۔ آپؐ نے فرمایا اے حمیرہؓ (یہ حضرت عائشہؓ کا عرف ہے) کیا تو نہیں جانتی یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی رات میں قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے برابر دوزخیوں کو آزاد کرتا ہے۔ مگر چھ اشخاص کو نہیں بخشتا۔ (۱) شراب پینے والا۔ (۲) والدین کا نافرمان (۳)۔ زنا کرنے والا۔ (۴) بیجا لڑائی کرنے والا۔ (۵) تصویریں

بنانے والا۔ (۶) چغلی کھانے والا۔

شبِ برآت میں قبرستان کو جانا

ترمذی میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر موجود پایا۔ میں آپؐ کی تلاش میں نکلی تو آپؐ کو جنت البقیع میں دیکھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ اور اسکا رسولؐ تم پر ظلم کرے گا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ مجھے خیال ہوا کہ آپؐ اپنی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: سنو! شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالےٰ نچلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ (قبیلۂ کلب بکریوں کی زیادتی میں مشہور تھا۔) اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو اس رات میں قبرستان جانا، دوسرے مغفرت طلب کرنا۔

(پندرہ روزہ "قرطاس وقلم" حیدرآباد)

۱۰ و ۲۵ مارچ ۱۹۸۹ء

ادیگری کی تاریخی یادگاریں

تاریخی مضمون :-

تازہ خواہی داشتن گرداغہاے سینہ را
گاہے گاہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را

ادیگری :- یہ مقام آندھرا پردیش میں نیلور سے مغربی جانب ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قدیم زمانے میں اس کو تاریخی اہمیت حاصل تھی، لیکن آجکل اکثر لوگ اس کے نام سے بھی ناواقف ہیں۔ تاہم یہاں کا پہاڑ، قلعے، مساجد، منادر اور دستکاری کے نادر نمونے ہر خاص وعام کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ خصوصاً طلباء وطالبات کی تعلیمی جماعتیں سیر کے سلسلے میں یہاں آکر لطف اندوز ہوکر صناعی کے نادر نمونے دیکھتی ہیں اور ان کو خرید کر بطور یادگار لے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس شہر کا نام "اُدیادری پورم" تھا۔ رفتہ رفتہ ادیگری کے نام سے مشہور ہوگیا۔

اس شہر کو آج سے تقریباً پانسو ۵۰۰ سال بیشتر جو تاریخی عظمت حاصل تھی اس سے متعلق "محمود بنگلوری" اپنی تصنیف تاریخ جنوبی ہند صفحہ ۱۷۶-۷۷ میں لکھتے ہیں۔

"کرشنا دیو رایا ۱۴۸۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۲۳ سال تھی۔ اسنے تخت نشین

ہوتے ہی اپنے بھتیجے اور تین سگے بھائیوں کو چندر گیری
کے قلعے میں قید کر دیا۔ اس کے بعد وہ ڈیڑھ سال تک
وجیانگر کے سابق حکمرانوں کے کارناموں کے مطالعے میں
مصروف رہا۔"

نیوز لکھتا ہے کہ:۔

"ان کا غذات میں اس کو نرسمہا کا ایک وصیت نامہ
ملا جس میں تحریر تھا کہ اس کے جانشین کو چاہئے کہ قلعہ
اُدگیر کو اڑیسہ والوں کے قبضے سے اور قلعہ رائچور اور
مدگل کے مسلمانوں کے تصرف سے نکال کر اپنی سلطنت
میں شامل کرلے۔"

تخت نشینی کے تین سال بعد اس نے میسور پر فوج کشی
کر کے سیوا سمندرم اور سرنگاپٹنم پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال کے آخر
میں اد گیری پر قبضہ کر لیا گیا۔ ادگیری پر حملہ ان مسلسل جنگوں کا
پیش خیمہ ثابت ہوا جس نے اسے آئندہ چار سال تک اڑیسہ
والوں سے لڑائیوں میں مصروف رکھا۔

مصنف ہذا تاریخ جنوبی ہند صفحہ ۲۴۵ میں رقمطراز ہے۔

ونکٹ پتی رائل ۱۵۸۶ء۔۱۶۱۴ء

"سری رنگا کی وفات کے بعد اس کا بھائی رام رائل تخت
نشین ہوا۔ لیکن اسی چند روز کے بعد اس کے انتقال پر ونکٹ
پتی رائل تخت نشین ہوا۔ اس عرصے میں گولکنڈہ کے مسلمان

جزیرہ نما شمال مشرقی حصے پر بتدریج قبضہ کر رہے تھے۔ تخت نشینی کے بعد ونکٹ پتی رائل نے چاہا کہ گولکنڈہ والوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جائے اس لئے اس نے ان مقبوضات پر حملہ کیا جو گولکنڈہ کے ماتحت آچکے تھے۔ گولکنڈہ والوں نے اس کے جواب میں دوسری طرف پنگنڈہ پر حملہ کر دیا۔ محاصرہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور گولکنڈہ والے واپس ہوئے۔ ان کی واپسی نے ونکٹ پتی رائل کو اور جرأت دلادی۔ اس نے اودگیری (ضلع نیلور) کے راجہ کو خط لکھا کہ مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔ اس نے خود بھی بہت سی فوج اس کی تائید کے لئے بھیج دی۔ اس خبر کو سن کر راجہ راؤ جو گولکنڈہ کی جانب سے ونوکنڈہ پر حاکم تھا۔ مدافعت کے لئے نکلا، اور جنگ میں اودگیر والوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے یہاں سے بڑھ کر خاص اودگیری (ضلع نیلور) پر قبضہ کرلیا۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے یہاں پر راجاؤں کی اور بعد میں نوابوں کی حکومت رہی۔ ان کے زمانے میں یہ شہر بہت ترقی پر تھا لیکن اب گمنام ہوچکا ہے۔ یہ مقام ایک پہاڑ کی دامن میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت یہ شہر بام عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت اس کا رقبہ بیس میل تھا۔ اس مقام پر داخل ہونیوالوں کیلئے سب سے پیشتر چند عمارتیں نظر آئیں گی۔ وہ مشنریوں کی ہیں۔ ان عمارتوں میں کسی زمانے میں امریکن زنانہ دواخانہ تھا۔ اب یہاں پر ایک مدرسہ جاری ہے جس کے تحت ایک دارالاقامہ بھی ہے۔ قریب ہی ایک گرجا گھر بھی ہے۔ دور سے دیکھنے میں شہر کا

سماں ایسا نظر آتا ہے کہ گویا پہاڑ کے دامن میں خیمے نصب ہیں اور ان مندروں کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تیرتھ کا مقام ہے۔ اونچے اونچے مندر نہایت خوشنما نظر آتے ہیں۔

ادگیری کی قدیم حالت

کہا جاتا ہے کہ نوابوں کے زمانے میں اس شہر میں جا بجا ورزش گاہیں اور ہر محلے میں کشتیوں کے اکھاڑے ہیں۔ جہاں ہمیشہ مقابلے ہوا کرتے تھے۔ بانک، بنوٹ، پٹہ اور شمشیر زنی میں یہ لوگ اپنی مثال آپ ہی تھے۔ آج بھی ان کی بہادری کے کارنامے زباں زد خاص و عام ہیں۔ اس شہر میں قدیم زمانے کے آلات و اشیاء مثلاً تلواریں، ڈھالیں، زرہیں، لباس اور جوتے وغیرہ بطور یادگار موجود ہیں۔ جن کے دیکھنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک ایک ڈھال اتنی وزنی ہے کہ موجودہ دور کے چار آدمی بھی مل کر بہ آسانی اٹھا نہیں سکتے۔

یہاں پر علماء، فضلا، حفاظ اور اطبا کی بھی کثرت تھی۔ ان کے لکھے ہوئے قلمی نسخے عربی اور فارسی زبان میں اب بھی موجود ہیں۔ نوابوں کے عہد میں یہاں پر کئی خاندانوں کے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ مثلاً خاندان خلجی، عفان، چشتی، حسینی، صدیقی ثور، نقیب، ڈھوڑا، مشعلچی وغیرہ۔

یہاں پر ہر قسم کے پیشہ ور بھی مسلمان تھے۔ مثلاً زرگر، حلوائی، درزی، گونڈا، لوہار، بڑھئی، چوڑی فروش، قلعی گر وغیرہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ہمہ قسم کے پیشہ ور جمع

ہو گئے تھے جو بعد میں زمانے کی زبوں حالی کے باعث منتشر ہو گئے۔ آجکل صرف چند خاندانوں کے لوگ موجود ہیں جو مذکورہ بالا درج ہیں۔

اطبار

یہاں کے اطبار کی شہرت بھی زبان زد خاص وعام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک حکیم صاحب جو طبیب حاذق تھے ان کے پاس ایک جذامی آیا اور علاج کرنے کے لئے کہا۔ حکیم صاحب نے چار سو روپیہ اس کے علاج کے لئے طلب کیا۔ مریض کے پاس اس وقت دو سو روپیہ تھا، دیا اور بقایا روپیہ بعد میں دینے کا وعدہ کر کے دوا لے کے چلا گیا۔ دوا کے ختم ہونے تک برابر اس کے جسم کا نصف حصہ یعنی ایک پیر، ہاتھ، کان وغیرہ۔ غرض کہ سر سے پیر تک آدھا حصہ اچھا ہو گیا، مریض بقیہ دو سو روپیہ لے کے آیا تو اس وقت تک حکیم صاحب اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔

کہتے ہیں کہ کسی نواب صاحب نے مسہل لے لیا تھا۔ اتفاقاً ڈیوڑھی کے سامنے سے ٹوکروں میں بہترین خربزے جا رہے تھے۔ نواب صاحب کا جی چاہا کہ خربزے کھالیں، حکیم صاحب سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو اجازت مل گئی۔ خربزے کھانے کے بعد حکیم صاحب نے ایک چھوٹی سی قرص دیدی جسکے نگلتے ہی فوراً خربزے معدے سے خارج ہو گئے۔

ایک اور واقعہ بھی بہت مشہور ہے، کہ ایک طبیب کی اس شہر میں خاص شہرت تھی۔ کسی چلبلے شخص نے انھیں

اپنے مکان پر بلالے گیا۔ حکیم صاحب کا یہ معمول تھا کہ عورتوں کی نبض پر تاگا باندھ دیا جاتا اور ایک سرا حکیم صاحب کے ہاتھ میں دیدیا جاتا تھا، جس کے ذریعہ وہ مرض کی تشخیص کیا کرتے تھے۔ اس شخص نے پردے کے پیچھے سے ایک ڈوری حکیم صاحب کے ہاتھ میں دیدی۔ یہ ڈوری بھینس کے پیر میں بندھی ہوئی تھی۔ حکیم صاحب نے اس کو دیکھ کر فوراً کہا کہ اگر اسے چارہ اور کچھ اچھی طرح دیا جائے تو یہ بہت دودھ دے گی۔ اس جواب پر ان کی قابلیت کا چرچا اور بڑھ گیا۔

اُدیگری کی صنعتیں

نوابوں کے دور میں یہاں پر ہر قسم کے کاریگر اور صناع جمع ہو گئے تھے۔ آج بھی یہاں پر ہر قسم کے کاریگر موجود ہیں، جنکی صناعی کے نادر نمونے نمائش کے لئے دہلی، کلکتہ، بمبئی اور حیدرآباد وغیرہ لے جاکر پہلا انعام حاصل کرتے آرہے ہیں۔ حکومت برطانیہ کے دور میں دور دور سے انگریز افسر اس مقام کو دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے اور واپسی میں یہاں کی دستکاری کے نمونے بطور یادگار فراخدلی سے روپیہ خرچ کرکے خریدے جاتے تھے۔ اب ان کے قدرداں موجود نہیں جس کی وجہ سے ان کی صناعی روز بروز ختم ہوتی جارہی ہے۔

میزوں کی زینت کے لئے چاقو، چھری، کانٹا، کپ اور طشتری لکڑی ہی سے بنائے ہیں۔ اس زمانے میں ایک سیٹ تقریباً تیس چالیس روپئے میں فروخت ہوتا تھا۔ اب دس روپیہ میں فروخت

ہونا بھی محال ہے۔ اس لئے ان اشیاء کے تیار کرنے والے اب دلچسپی سے کام نہیں لے رہے ہیں، لیکن پھر بھی صنعت جاری ہے لکڑی سے تیار کردہ گھوڑا، ہاتھی اور شیر بھی یہاں موجود ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ ماہ محرم میں ان کو سنوارا جاتا ہے اور تعزیوں کا جلوس ان کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ دور سے دیکھنے والوں کو ان پر زندہ جانوروں کا گمان ہوتا ہے۔ میز، کرسی، پلنگ اور چمچ وغیرہ تو یہاں بہترین تیار ہوتے ہی ہیں۔ گاہے ماہے لکڑی کے منقش برتن بھی تیار ہوا کرتے ہیں۔

قابل ذکر صنعت یہ ہے کہ وقت بتلانے والی گھڑی بھی صرف لکڑی ہی سے تیار کرتے تھے۔ غالباً بعض لوگوں کے لئے یہ بات تعجب خیز ہوگی اور یہ غور کریں گے کہ اسپرنگ وغیرہ کس طرح سے تیار کرتے ہونگے، بانس کی چھال سے یہ لوگ اسپرنگ کا کام لیتے تھے اس صنعت میں مشقت زیادہ اور معاوضہ کم ملتا ہے لہٰذا اس وقت یہ صنعت معدوم ہوگئی ہے۔ اور دن بدن ان اشیاء کا وجود ختم ہوتا جارہا ہے۔

یہاں کے کمہار بھی بہت مشہور ہیں۔ قسم قسم کی رنگین صراحیاں جن پر نقش ونگاری ہوتی ہے بناتے ہیں۔ ان صراحیوں کو تاجر حضرات خرید کر دور دراز مقامات پر لے جاکر فروخت کرتے ہیں۔ مٹی کے برتن بھی بہت ہی نفیس اور رنگین بناتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے یہاں کی مٹی بھی اسی طرح کی بنائی ہے جو برتنوں کی نفاست قائم رکھنے میں کافی معاون ہے۔

ادگیری کی موجودہ حالت

اس وقت یہ شہر دیکھنے والوں کو شہر خموشاں کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں کی نصف آبادی مسلمانوں کی ہے۔ یہ لوگ صنعت و حرفت کے ماہر ہیں۔ لیکن اس مشینی دور میں ترقی کرنے کے لئے ان کو مشینیں میسر نہیں اس لئے ترقی کے ذرائع بالکل مسدود ہیں۔ اگر ان کو بھی چند مشینیں میسر ہوں تو ترقی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

یہاں کے لوگ شکار کے بہت شوقین ہیں آج بھی ان کے پاس مختلف قسم کے شکاری پرندے موجود ہیں۔

رسومات

یہاں پر رسومات کی کثرت ہے۔ شادی بیاہ، بسم اللہ خوانی وغیرہ میں یہ لوگ بیسیوں قسم کے پکوان پکا کر بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ یہاں کی نوے فیصد لڑکیاں شہر کی چار دیواری ہی میں بیاہی جاتی ہیں اور غریب سے غریب خاندان کا دولہا بھی انچالیس ۳۹ تولہ زر خالص مہر باندھتا ہے۔ اور اس سے کم مہر پر نکاح کرنا اپنے خاندان کی توہین سمجھتا ہے۔

مکانات

یہاں کے مکانات بالکل ہوادار ہوتے ہیں سوائے ایک دو کمروں کے تمام مکان کھلا رہتا ہے۔ البتہ ڈیوڑھی نہایت شاندار نظر آتی ہے۔ یہاں پر چوری چکاری کا بالکل خوف نہیں۔ یہاں کی اکثریت بالکل غریب ہے لیکن ان میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

آب و ہوا

یہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ جاڑوں میں سخت جاڑا ہوتا ہے اور گرمیوں میں سخت گرمی۔ پانی پہاڑ سے آتا ہے جو صحت کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ یہاں کی دو تہائی آبادی اسی پانی کو استعمال کرتی ہے۔ یہاں کے جانور فربہ اندام ہوتے ہیں جن کا گوشت بہت مزیدار ہوتا ہے۔

میوے اور دیگر اشیاء

پھلوں میں سوائے آم کے یہاں کوئی قابل تعریف نہیں ہے۔ مثلاً قلندر پسند، ٹیپو پسند، قادر پسند، کچا میٹھا وغیرہ۔ یہاں کے پہاڑ پر بہترین پھلوں کا باغ تھا اب وہ اجڑ چکا ہے۔ کارآمد اشیاء جو یہاں سے دیگر مقامات کو روانہ کی جاتی ہیں۔ ان میں ریٹھا، موم، شہد، بستہ اور قسم قسم کی جڑی بوٹیاں ہیں۔ اس وقت یہ مقام سیاحوں کو دعوت نظارہ کا پیام دینے کے علاوہ اور کوئی خاص بات نہیں جو قابل ذکر ہو۔

اُدیگری کا پہاڑ

یہاں کا پہاڑ سطح سمندر سے تین ہزار اناسی ٣٠٧٩ فٹ بلند ہے۔ اس کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے تقریباً پانچ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔ یہ پہاڑ گویا ایک مستحکم قلعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑی میں سنجیوی ہے۔ اس کے متعلق بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب راجہ راون اور رام چندر جی کی لڑائی ہوئی تھی اس وقت لچھمن جی کے لئے ہنومان سنجیوی کا پہاڑ لے جا رہے تھے اس کا ایک حصہ ٹوٹ کر اس پر گرا ہے۔ اس لئے اس میں ضرور سنجیوی ہے۔

یہ پہاڑ دیکھنے میں بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قرب و جوار میں بہت سی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ یہاں کے پہاڑ کو عجائبات کا نمونہ اور پرانی یادگاروں کی ایک خوشنما تصویر کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ اس پہاڑ پر جا بجا ایسی عمارتوں کے مٹے مٹے نقش نظر آتے ہیں جسے دیکھ کر ضرور حیران ہونا پڑتا ہے۔ ہمیشہ طلباء و طالبات تعلیمی سیر کے سلسلے میں یہاں آتے ہیں اور مختلف قسم کے پودوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ سادھو سنت یہاں پر ڈیرا ڈال کر قسم قسم کی جڑی بوٹیوں سے اپنی جھولیوں کو بھر کر لے جاتے ہیں۔ اس پہاڑ کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ اگر کسی کو سانپ ڈس لے یا بچھو ڈنک لگائے تو جب تک مارگزیدہ پہاڑ پر رہے گا اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچے گا۔ مگر نیچے اترنے پر اس کا اثر دکھائی دے گا۔

اس پہاڑ پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ قدیم زمانے میں نواب ہاتھیوں پر بیٹھ کر جایا کرتے تھے۔ اس لئے ہاتھیوں کے جانے کے لئے راستے کا باقاعدہ انتظام ہے۔

پہاڑ کے دامن میں خزانۂ آب (RESERVOIR) بنا ہوا ہے۔ اس کے قریب ہی آم اور جامن وغیرہ کے درخت ہیں۔ اکثر لوگ جو پہاڑ پر قیام کرتے ہیں۔ اسی مقام پر پکوان کر کے کھاتے ہیں۔

وسط کوہ میں چند شاہی محلات تھے جو اب اجڑ چکے ہیں۔ البتہ دو کمرے اب بھی موجود ہیں جن میں غالباً نوکر چاکر رہا

کرتے ہونگے۔ ان کمروں سے متصل ہی ایک مضبوط دیوار بنی ہے۔ یہ دیوار اتنی وسیع ہے کہ بیل گاڑی بآسانی اس پر گذر سکتی ہے۔ اس سے قریب ہی ایک مسجد ہے جس کو یہاں کے لوگ چھوٹی مسجد کہتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑ کی چوٹی پر بھی ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کو بڑی مسجد کہتے ہیں۔

بارش کے دنوں میں یہاں کے چند لوگ پُرانے برتنوں، سکّوں اور زیورات کے تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں بعض لوگ اس سعی میں ایک حد تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔

شاہی محلات کو پار کرنے کے بعد دائیں جانب ایک راستہ ملتا ہے اس راستے سے گزرتے وقت وہاں پر دو چشمے نظر آئیں گے جو ایک دوسرے سے بالکل قریب ہیں، ایک کا نام رام بگّا اور دوسرے کا کریم بگّا۔ ان چشموں کو دیکھنے سے ہندو مسلم اتحاد کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ ان چشموں کے قریب بانس کا بن اور نارنگیوں کے درخت ہیں۔

پہاڑ پر جابجا جھرنے اور آبشار ہیں۔ ان جھرنوں سے نکلا ہوا پانی شہر تک پہنچایا جاتا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک خزانۂ آب بنا ہوا ہے جس میں سوتوں کا پانی جمع ہو جاتا ہے اور ایک نالی کے ذریعہ شہر میں پہنچایا جاتا ہے۔ جس کو لوگ استعمال کرتے ہیں۔

پہاڑ کے دامن میں چند مندر ہیں ان کے قریب ہی ایک قریہ بسا ہوا ہے۔ اس کے قریب جو مندر ہے اس کو "کاسی وسولیوا" مندر کہتے ہیں۔ اس کے قریب ہی ایک کونیری بھی ہے۔ اس

قریہ کے باشندوں کو جنگلی جانوروں کا کوئی خوف نہیں۔ یہ لوگ پھل پھلاری فروخت کر کے یا مختصر سی زمین جو وہاں قابل کاشت ہے اناج اور ترکاریاں پکا کر اپنی بسر اوقات کرتے ہیں۔

اُدیگری کے آثار قدیمہ۔ منادر

کہا جاتا ہے کہ کرشنا دیولا کے زمانے میں تین سو ساٹھ منادر اور کنویں تھے۔ لیکن شہر کی بربادی کے ساتھ یہ بھی ویران ہو چکے ہیں۔ پھر بھی چند مندر ہیں جو اپنی قدیم عظمت و شان کو ظاہر کرتے ہیں۔

شہر سے متصل ہائی اسکول کے قریب ہی ایک بہت بڑا مندر ہے جس کو محکمۂ آثار قدیمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ کبھی کبھی اس کی مرمت بھی ہوا کرتی ہے۔ مندر کا صدر دروازہ بڑے بڑے پتھروں سے تیار کیا گیا ہے جس میں لکڑی یا لوہا بالکل نہیں۔ تعجب ہے کہ اس زمانے میں اس قدر بڑے بڑے پتھر بغیر جرثقیل کے اتنی بلندی پر کس طرح پہنچائے ہونگے۔ مندر کا جو حصار ہے وہ اتنا مضبوط ہے کہ آج بھی اس کی کوئی اینٹ بہ آسانی نہیں نکالی جا سکتی۔ وسط مندر میں ایک کتبہ موجود ہے یہ کتبہ تقریباً ڈھائی فٹ چوڑا اور چار فٹ لمبا ہے۔ اس کے علاوہ شہر کے قریب اور بہت سے مندر ہیں۔ جن کو دیکھنے سے اس زمانے کی تہذیب و تمدن کا پتہ چلتا ہے۔

قلعے

تاریخی واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس پہاڑ پر پہلے پہل

له۔ ملاحظہ ہو آرکالاجیکل سروے آف سدرن انڈیا۔ جلد ا صفحہ ۱۴۱

لنگولہ گجپتی نے قلعہ بنایا ہے۔ کرشنا دیورایا نے بھی اپنے زمانے میں ایک قلعہ تعمیر کرایا جس کا نام "بارہ قلعہ" تھا۔ بعد ازاں میر جملہ نے بھی ایک قلعہ بنوایا جس کا نام "پتی کنڈہ قلعہ" تھا۔ کرشنا دیورایا اور میر جملہ کے قلعوں کے ناموں سے یہ گمان اغلب ہے کہ بارہ قلعہ میر جملہ نے اور پتی کنڈہ قلعہ کرشنا دیورایا نے تعمیر کرائی ہو گی۔ بہر حال دونوں نے اس پہاڑ پر اپنے اپنے دور میں قلعے بنوائے۔ اس مقام پر کل تیرہ قلعے تھے۔ جن میں آٹھ پہاڑ پر اور پانچ پہاڑ کے نیچے۔ پہاڑ کی چوٹی پر جو قلعہ بنایا گیا تھا اس کا راستہ اتنا دشوار گزار ہے جو بیان سے باہر ہے۔ اس پہاڑ پر تقریباً پچاس برج دکھائی دیتے ہیں۔ ہر برج کی مورچہ بندی بہترین طرز پر ہے۔ فن انجینئری کا اگر کوئی کرشمہ دیکھنا چاہے تو ان قلعوں کو دیکھے۔ پہاڑ کے اطراف کئی خفیہ دروازے ہیں اور فصیل بھی بنی ہوئی ہے۔

مساجد

یہاں پر دو مساجد پائی جاتی ہیں۔ ایک وسط کوہ میں دوسری پہاڑ کی چوٹی پر۔ وسط کوہ میں جو مسجد ہے وہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ البتہ دیواروں کی استرکاری کہیں کہیں سے خراب ہوئی ہے۔ مسجد کے محراب پر ایک کتبہ کندہ ہے۔ اس کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ قطب شاہ کے دور میں حسین خاں نے تعمیر کروائی۔ صحن مسجد میں سات مزار ہیں ان میں دو پختہ مزار ہیں۔ اس کو یہاں کے لوگ چھوٹی مسجد کہتے ہیں۔

دوسری مسجد پہاڑ کی چوٹی پر بنی ہے وہ بھی بالکل اچھی حالت میں موجود ہے۔ یہ مسجد بالکل پہاڑ کی چوٹی پر بنی ہوئی

ہے لہٰذا دس میل کے دور سے سیاحوں کو سب سے پہلے یہی مسجد دکھائی دیتی ہے۔ اس کو بڑی مسجد کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک کمان کی ہے۔ اس پر بھی چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہیں۔

اس مسجد میں بمشکل دس پندرہ آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسکو میر جملہ نے ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں والیٔ گولکنڈہ عبداللہ قطب شاہ کی ایماء سے شیخ حسین کی زیرنگرانی تعمیر کرائی۔ اب بھی یہ مسجد بختہ حالت میں موجود ہے۔ اس کو بھی محکمۂ آثار قدیمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ مسجد کے محراب کے اوپر فارسی زبان میں ایک کتبہ خط شکستہ میں نصب ہے۔ وہ تقریباً دو فٹ چوڑا اور پانچ فٹ لمبا ہے۔ رسم الخط پیچیدہ ہونے کی بنا پر بہ آسانی پڑھا نہیں جا سکتا۔

درگاہ حضرت عبدالقادر خانصاحب رح

شہر میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب حضرت عبدالقادر خانصاحب رح کی درگاہ مقدس ہے۔ آپ اُدیگری کے نواب تھے۔ آرکاٹ کے نواب نے زوپلی ونکٹ راؤ کی جگہ میں مظفر علی خاں کو ادیگری روانہ کیا۔ ان کے بعد بودر علی خاں بعد ازاں عبدالقادر خانصاحب رح نواب بنے ان کے بعد ان کے فرزند عباس علی خانصاحب ان کے جانشین بنے۔ حکومت برطانیہ نے عباس علی خانصاحب کے زمانے میں اس مقام پر اپنا قبضہ جمایا اور محمد غوث خاں بہادر جو عباس علی خانصاحب کے فرزند تھے ماہانہ ڈھائی سو روپیہ بطور معاوضہ دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے دیگر خاندان احباب کو بھی کچھ رقم معاوضہ کے طور پر ملا کرتی تھی۔

حضرت عبدالقادر خانصاحبؒ کی تعلیم و تربیت پر آپ کے والد بزرگوار نے خصوصی توجہ دی۔ انھیں کے فیض سے آپ میں تصوف سے لگاؤ پیدا ہوا۔ اور ایک ولی کامل کی ملاقات نے آپ کی زندگی کو بدل ڈالا۔ ایک روز آپ کو غیبی ہدایت ہوئی جس کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔

اس روحانیت کے تجربے کنارولی کامل حضرت عبدالقادر خانصاحبؒ کا سالانہ عرس شریف ہوا کرتا ہے۔ دور دور سے لوگ جوق در جوق والہانہ اس تقریب میں شرکت فرماتے ہیں۔ ہزاروں بندگان خدا کا اژدھام بلا تخصیص مذہب و ملت ہوتا ہے۔ معتقدین کی جانب سے ہرطرح کا انتظام ہوا کرتا ہے۔

اُدیگری کے باغات

یہاں کے باغات بھی بہت مشہور ہیں۔ ان کے ناموں سے یہ گمان ہوناغلب ہے کہ یہ نوابوں کے دور میں لگائے گئے ہونگے۔ میر جملہ نے آج سے تقریباً تین سو سال بیشتر ایک باغ لگایا تھا جو اب اُجڑ چکا ہے۔ بسا اوقات یہاں کے لوگ سیر و تفریح کی غرض سے باغوں میں جاتے ہیں قسم قسم کے پکوان پکاتے ہیں، اور جھولے ڈال کر جھولتے ہیں۔ گانا بجانا بھی ہوتا ہے۔ جس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں کے اکثر باغات اجڑ چکے ہیں اب جو صرف چند باقی رہ گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) سرکاری باغ (۲) استاد باغ (۳) مولوی باغ (۴) فقیر باغ، (۵) سرور بی باغ وغیرہ۔ آجکل اکثر باغات میں کھیتی باڑی بھی ہوتی

ہے ایک باغ میں قبریں ہی قبریں ہیں۔

اُدیگری کے دیہات

یہاں کے اکثر دیہات کے جو نام ہیں ان سے یہ گمان غالب ہے کہ یہ نوابوں کے زمانے میں آباد ہوئے ہونگے، مثلاً قادر پور، حبیب پور، مصطفےٰ پور، حسن پور، علی پور، شاہ پور، فاطمہ پور، رسول آباد، رحمت آباد، سرور آباد، اکور آباد (اکبر آباد) نبی نگر وغیرہ، ادیگری میں ان کے علاوہ اور کوئی آثار قدیمہ نہیں ہیں۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھئے ادھر ویرانوں، قبرستانوں، کھنڈروں اور شکستہ محلات کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا۔

ہفتہ وار ذوالقرنین، بدایوں (یو، پی)
۱۴ ستمبر ۱۹۵۸ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۷۸ھ
۲۱ " " " ۶ ربیع الاول "
۲۸ " " " ۱۳ " "

عہدِ حاضر کی اسلامی سلطنتیں

آج سے تقریباً چودہ سو سال پیشتر جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا ظہور ہوا تھا تو اس وقت ان لوگوں کی جہالت و بربریت ضرب المثل تھی لیکن یہی جاہل و وحشی افراد چند سو سال کی مدت میں دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ گئے۔ اور انھوں نے علم و حکمت، تدبّر و سیاست، اخلاق و شجاعت کے وہ کارنامے انجام دئے ہیں جس نے انسانی تاریخ کی کایا پلٹ کر رکھدی ہے۔ انھوں نے وہ بے مثال کارنامے انجام دئے کہ اس کی آج کوئی دوسری مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ انھوں نے سائنٹیفک ایجادات کو ترقی دینے میں گرانقدر حصہ لیا، علم و فلسفہ کو پروان چڑھایا اور تخلیقی علوم و فنون میں بھی چار چاند لگا دئے۔ آج ان علوم و فنون کا جو سرمایہ ہمارے پاس موجود ہے وہ انھیں کا مرہونِ منت ہے۔ اور یہ لوگ دنیا کے ہر ملک و ہر گوشے میں نہ صرف پہنچ ہی گئے بلکہ جس جگہ بھی پہنچے ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ان کی بہت سی شخصی و جمہوری ریاستیں بھی قائم ہیں۔ اور ان کے پاس معدنی، آبی، برقی اور انسانی قوت کے بہترین خزانے موجود ہیں اور دنیا کے جوٹ، ٹین اور ربر کی ضروریات کا تقریباً نصف، پٹرول اور خام تیل کا ایک تہائی حصہ یہاں پیدا ہوتا ہے۔

آزربائیجان

یہ جمہوری حکومت ہے۔ اس کا قیام ۱۹۲۰ء میں عمل میں آیا۔ اس کا رقبہ ۳۳ ہزار مربع میل۔ اور آبادی تقریباً ۳۲ لاکھ، یہ ریاست سوویت یونین اور ایران کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کی اکثریت مسلمان ہے۔ اور اس کا دارالسلطنت شہر کوبا ہے۔

اس علاقہ میں تیل، گندھک، جست، المونیم، سیسہ، لوہا اور تانبے کے ذخیرے موجود ہیں، یہاں سے ایک سو سے زائد اخبارات اور رسائل شائع ہوتے ہیں۔

آئیوری کوسٹ

یہ افریقہ کا ایک علاقہ ہے۔ ۷ اگست ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۱۲۳۰۰۰ مربع میل ہے۔ اور اس کی آبادی ۶۰ء تک ۳۲ لاکھ۔ اس کی نصف آبادی مسلم ہے۔ اور اس کا پایۂ تخت عابدین ہے۔

ایران

یہ ایک خود مختار حکومت ہے۔ یہاں قادسیہ اور نہاوند کی جنگ کے بعد اسلام پھیلا۔ مختلف زمانوں میں یہاں مختلف خاندانوں کی حکومت رہی۔ پہلے یہاں کی زبان عربی تھی، بعد میں فارسی ہو گئی۔ اس کا رقبہ ۶ لاکھ ۳۶ ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۶۰ء تک دو کروڑ ۱۰ لاکھ تھی۔ ایران کی کل آبادی مسلم ہے۔ اس کی راجدھانی تہران ہے۔ قومی اور سرکاری زبان فارسی ہے اس کی قومی آمدنی ۲۰ کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ ہے۔ اور اس کی قومی آمدنی کا بیشتر ذریعہ تیل ہے۔

ایران میں اس وقت ۲۴-۳۵ کروڑ بیرل[1] تیل نکل رہا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں آبادان کے جزیرے میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ بن چکا ہے۔ اس میں ہر سال دو ارب بیرل تیل صاف کرنے کی گنجائش ہے۔ ایران کا تیل زبردست سیاسی ہنگاموں کی بنیاد بن چکا ہے۔

یہاں پر کاشتکاری بھی ہوتی ہے اور صنعتی کارخانے بھی موجود ہیں۔ اس علاقہ میں ۲۰ فیصدی تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ ملک سلامتی کونسل کا رکن ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ ۶۳ء ۲۶۹۱۰۰۰۰۰۰ ہے۔

انڈونیشیا تین ہزار جزیروں کا یہ ملک ایشیا اور آسٹریا کے درمیان سمندر میں ۳۲۰۰ میل تک پھیلا ہوا ہے۔

انڈونیشیا کی حکومت کا اعلان ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء میں ہوا۔ اس کا قومی پرچم دو رنگا (سرخ اور سفید) ہے۔ عرب مسلم تاجر اور ہندوستانی تاجروں سے تیرھویں صدی عیسوی سے وہاں اسلام پھیلا۔

انڈونیشیا اب دنیائے اسلام میں سب سے بڑی سلطنت ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۷ لاکھ ۳۵ ہزار مربع میل ہے۔ اور اس میں ۶۲ فیصدی بحری علاقہ ہے۔

انڈونیشیا میں شامل جزائر کی تعداد ۱۳۶۷۷ ہے۔ جن میں سے ۶۰۴۴ آباد جزائر ہیں۔ اور ان میں سب سے بڑے آباد جزائر کلیمنتان، سماترا، مغربی ایران، سلاویری اور جاوا ہیں۔ اس ملک کی کل آبادی دس کروڑ تیس لاکھ ہے۔ وہاں ۹۵ فیصد مسلمان بستے ہیں۔

[1] ایک بیرل ۳۵ برطانوی یا ۴۲ امریکن گیلن کے برابر ہوتا ہے۔

اس کی اور سرکاری زبان انڈونیشنی ہے۔ اور اس کا دارالخلافہ جکارتا ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ۸۰۷ کروڑ ۳۹ لاکھ ۶۸ ہزار ۳۰۰ پونڈ ہے۔

یہ علاقہ زرعی اور معدنی حیثیت سے بہت ہی زرخیز ہے۔ اس کی اہم پیداوار ربڑ، گرم مسالے، چاول، جوار، سویا بین، مونگ پھلی، چائے، تمباکو، کافی، کوکو، ناریل، سپاری، گنا، روئی، سنکونا کی چھال ہے۔ عمارتی لکڑی بکثرت پائی جاتی ہے۔ معدنیات میں کوئلہ، پٹرول، اور قدرتی گیس کے بڑے بڑے ذخائر ہیں۔ ان کے ماسوا سونا، چاندی اور تانبا یہاں کی خاص معدنیات ہیں۔

یہ ملک اب سلامتی کونسل سے علیحدہ ہوگیا ہے۔ اور اس کے صدر عبدالرحیم سوئیکارنو ہیں۔

البانیہ

یہ ملک ۱۴۶۷ء سے ۱۹۱۲ء تک ترکوں کے زیر اثر رہا۔ جنگ بلقان کے بعد ۱۹۴۵ء میں آزاد کمیونسٹ ریاست بنا۔ اس کا رقبہ گیارہ ہزار ۵۰۰ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۹۶۱ء تک ۱۶ لاکھ چھ ہزار ۵۰۰ تھی۔ یہاں پر پچاس فیصد مسلمان ہیں۔ اس کا دارالسلطنت ترینآنا ہے۔ یہاں پر اب تعلیمی ترقی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

ازبکستان

۱۹۲۴ء میں انقلاب روس کے بعد یہاں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ ۸۵ ہزار مربع میل ہے۔ اس کا پایۂ تخت تاشقند ہے۔ اس علاقہ میں کپاس، نیشکر، دھان، آلو بخارا، منقیٰ، انگور اور دیگر پھل بکثرت پائے جاتے ہیں معدنیات کی کانیں بھی دریافت ہو چکی ہیں۔

افغانستان

یہاں آزاد شخصی حکومت ہے۔ اس کا قومی پرچم ترنگا ہے۔ دائیں جانب سبز رنگ، وسط میں سرخ، اور بائیں جانب سیاہ ہے۔ سرخ میں ایک تاریخی عمارت کا نشان ہے۔

اس کا رقبہ دو لاکھ ۵۱ ہزار مربع میل ہے۔ اور کل آبادی ۶۲ء تک ایک کروڑ تیس لاکھ (کل مسلمان) اس کا دارالسلطنت کابل ہے۔ جس کی آبادی ۴۰۰۰۰ لاکھ ہے۔ یہاں کی دفتری زبان فارسی اور عوامی زبان پشتو ہے۔ اس ملک میں بھی معدنیات کے ذخیرے موجود ہیں۔ افغانستان ۱۹۴۷ء سے اقوام متحدہ کا رکن ہے۔ اور اس کے وزیر اعظم ڈاکٹر محمد یوسف خاں ہیں۔

الجزائر

الجیریا، یا الجزائر شمالی افریقہ کا ایک علاقہ ہے۔ یہاں پر مسلمانوں نے ۶۵۵ء میں اپنی آزاد حکومت قائم کی جو ۱۸۳۰ء تک قائم رہی تو نوآبادیاتی جنگ کے بعد اس پر فرانسیسیوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن مسلمانوں نے آزادی کی جنگ شروع کر کے مسلسل جد وجہد کے بعد ۳ جولائی ۶۲ء میں مکمل طور پر آزاد کرا کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

اس کا رقبہ ۹ لاکھ بیس ہزار مربع میل ہے۔ اور یہاں کی کل آبادی اکتوبر ۶۰ء تک ایک کروڑ بچاس لاکھ اور ان میں مسلمانوں کا تناسب ایک کروڑ ہے۔ اس کی راجدھانی الجزائر ہے، جس کی آبادی ۸۸۴۰۰۰ لاکھ ہے۔ یہاں کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے اور آمدنی پندرہ کروڑ ستر لاکھ پونڈ ہے۔

سالانہ بجٹ ۶۳ء ہندوستانی روپیہ میں ۲۰۴۱۰۰۰۰ ہے۔
اس علاقہ میں تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ فرانس نے الجزائر کے تیل کے ذخیروں کو ۱۹۵۸ء سے استعمال کرنا شروع کیا۔ اس سال الجزائر میں ۴۴۸۰۰۰ ٹن تیل پیدا ہوا۔ ۱۹۵۹ء میں ۱۳۲۸۰۰۰ ٹن تک پہنچ گیا اور ۱۹۶۰ء ۶۵۹۲۰۰۰ ٹن تک تیل کی پیداوار ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں ایک کروڑ ۶۰ لاکھ ٹن ہوگئی۔ حالیہ سالوں میں فرانس نے نئے آلات اور نئی مشینری کے ذریعہ ان تیل کے زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا شروع کردیا۔ الجزائر کے صحرائی علاقہ میں قدرتی گیس کا ذخیرہ بھی وافر مقدار میں موجود ہے۔ "حسی راحیل" کے علاقہ میں گیس کا ذخیرہ ۱۰۰۰۰۰ ملیون مکعب میٹر تھا۔ کولوم بے شار اور اس کے ملحقہ علاقے میں کوئلہ، خام لوہا، مینگنیز، تانبہ گیس اور دیگر معدنی ذرائع موجود ہیں۔ الجزائر کے بدوی سرجری میں اتنی مہارت رکھتے ہیں کہ یورپ کے سرجن ان کے کارنامے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ موجودہ عہد کے الجزایریوں کے سرجری میں حیرت انگیز آلات کی اگر تفصیل دیکھنی ہو تو مسٹر ایم، ڈبلیو سیمس کی تصنیف، عربین میڈیسن اینڈ سرجری ملاحظہ کیجئے۔ جو ۱۹۲۲ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوئی ہے
الجزائر کو بھی حفاظتی کونسل نے متفقہ طور پر اقوام متحدہ کا ممبر منتخب کرلیا ہے۔

اردن

اس علاقہ کو ٹرانس جارڈن یا مشرق اردن کہتے ہیں جو ۲۲ مارچ ۴۶ء کو آزاد ہوا۔ اس کا دارالسلطنت عمان ہے۔ اس کا رقبہ ۳۷ ہزار مربع میل ہے۔ اور کل آبادی ۶۱ء تک ۱۷۲۴۸۶۸

تھی۔ اور مسلمانوں کی تعداد ۱۶ لاکھ ۵۰ ہزار، یہاں پر شخصی پارلیمنٹری نظام ہے۔ اردن کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

یہاں پر معدنیات کی کانیں موجود ہیں اور تیل کے ذخائر دریافت ہو چکے ہیں۔ اکثریت کاشتکاروں کی ہے۔ اور یہ ملک بھی اقوام متحدہ کا رکن ہے۔

ابوظہبی یہ ایک چھوٹی سی عرب ریاست ہے جو پندرہ ہزار بدوی عربوں پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ ۲۹ ہزار مربع میل ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ ایک پسماندہ علاقہ ہے۔ یہاں کے حکمران کو شیخبوط کہتے ہیں۔

اس علاقہ میں تیل کا ذخیرہ دریافت ہوا ہے اور اس تیل سے بارہ ہزار پونڈ یومیہ آمدنی ہوتی ہے۔

بحرین یہ علاقہ فتح مکہ کے فوراً بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور آزاد ممالک میں سے تھا۔ سنہ ۱۸۹۹ء میں دوسرے عرب سرداروں کی طرح شیخ بحرین نے انگریزوں سے مصالحت کر لی اس وقت سے یہ علاقہ برٹش کے زیر سایہ آگیا۔ اس کا رقبہ ۲۳۱ مربع میل ہے اور کل آبادی ایک ۴۳ ہزار ایک سو پینتس ہے۔

اس کی کل آبادی مسلم ہے۔ دارالسلطنت "منامہ" جس کی آبادی ۶۲ ہزار ہے۔ اس کی قومی و سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ۷ ۵ لاکھ ۷۰ ہزار پونڈ ہے۔ اور اس کا سالانہ بجٹ سنہ ۶۲ء (۷۵۰۱۰۰۰) ہندوستانی روپیہ ہیں۔

یہاں کی اکثریت سمندر سے موتی نکالنے پر ملازم ہے۔ اس

علاقہ میں کشتیاں اور کھجور کی چٹائیاں تیار کی جاتی ہیں۔ یہاں پر تیل کے چشمے بھی دریافت ہو چکے ہیں۔ اور بحرین میں تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ ہے۔ ۱۹۵۶ء میں تیل کی پیداوار ۱۵ لاکھ ۶ ہزار ٹن تھی۔

برونی دو حصوں میں بٹی ہوئی یہ سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۲۲۲۶ مربع میل ہے۔ اور اس کی کل آبادی ۱۹۶۰ء تک ۸۴ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ جن میں سے نصف ملاین ۲۶ فیصد چینی بقیہ ڈیاک۔ اس کی دارالحکومت برونی ہے۔

یہاں پر تیل کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اور تقریباً ۲۰ کروڑ روپئے سلطان کو رائلٹی ملتی ہے۔ تیل کی پیداوار کے سلسلے میں دولت مشترکہ میں کینیڈا کے بعد برونی کا ہی درجہ ہے۔ یہاں پر تیل ۱۹۱۲ء میں دریافت ہوا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں یہاں سے چار کروڑ دس لاکھ پونڈ کی مالیت کا تیل برآمد ہوا تھا۔ برآمدات میں تیل کے بعد ربڑ اور سوختی لکڑی آتی ہے۔ لوٹانگ کے مقام پر تیل صاف کرنے کا کارخانہ۔ آبادی کی بھاری اکثریت تیل کی صنعت سے وابستہ ہے۔ برونی کے باشندے چاندی اور پیتل کے کام کرنے، ریشمی اور سوتی کپڑا بننے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ماہی گیری بھی یہاں کی پیداوار کا ایک ذریعہ ہے۔ برونی میں تعلیم ملایا زبان میں دی جاتی ہے۔

پاکستان تقسیم ہند کی بدولت یہ نیا اسلامی ملک ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو عالم وجود میں آیا۔ اس کا

قومی پرچم سفید اور سبز رنگ کا ہے سبز میں چاند اور تارا بنا ہے۔
اس کا مجموعی رقبہ تین لاکھ ۶۴ ہزار ۷۳۷ مربع میل ہے۔ اور کل آبادی
۹ کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۸ ہزار، ان میں مسلمانوں کا تناسب ۸ کروڑ
۶۴ لاکھ ۹۸ ہزار ہے۔
اس کا دارالخلافہ اسلام آباد (راولپنڈی) اس کی حکومت بنیادی
جمہوریت ہے۔ یہاں کی قومی زبان اردو اور بنگالی ہے۔ اور سرکاری
زبان انگریزی۔ اس کی سالانہ آمدنی ۱۵ کروڑ ۶۰ لاکھ پونڈ تھی۔
اور سالانہ بجٹ (۲۰۲۸۰۰۰۰) ۔
یہ ملک دو حصوں پر مشتمل ہے۔ یہاں پر کاشتکاری بھی ہوتی
ہے اور بعض قیمتی معدنیات بھی دریافت ہو چکی ہیں۔ اس علاقہ میں
گندم اور دھان کی کاشت بھی ہوتی ہے اور پٹ سن بھی بکثرت
پیدا ہوتا ہے۔ یہاں پر بیس فیصد تعلیم یافتہ ہیں۔ سنہ ۱۹۵۸ء میں فوجی
حکومت قائم ہوئی جس کے صدر مارشل ایوب خاں بنے۔

پرلس

یہ مختصر سی ریاست چند سال سے ملایا یونین کے ساتھ وابستہ
ہے اس کا رقبہ ۳۱۶ مربع میل اور آبادی تقریباً ۶۰ ہزار
ہے۔ یہاں کی اکثریت کاشتکاروں اور مزدوروں پر مشتمل ہے۔ اس
علاقہ کی خاص پیداوار چاول اور ناریل ہے۔ یہاں پر ٹین کی کانیں
موجود ہیں۔

ترکی

ساتویں صدی میں ترکستان میں اسلام پھیلا اور یہ اس
وقت سے آزاد ہے۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے عثمانی خلافت
کو ختم کر کے ۳ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء کو آزاد جمہوریت میں منتقل کر دیا۔

اس کا قومی جھنڈا سرخ رنگ کا ہے جس کے وسط میں چاند تارا بنا ہے
اس کا رقبہ (۳۰۲۰۰۰) مربع میل اور کل آبادی ۱۹۶۰ء تک (۲۷۸۰۹۲۱)
ان میں تقریباً کل مسلمان ہیں۔ اس کا دارالملک انقرہ ہے۔ اور جس
کی آبادی (۶۶۴۰۰۰) ہے۔ اس کی قومی و سرکاری زبان ترکی (لاطینی
حرف تہجی میں) ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ ۱۹۶۳ء (۵۲۰۰۰۰۰۰)
پونڈ ہے۔

یہ ایک زرخیز خطہ ہے۔ یہاں پر مختلف قسم کے پھل، کپاس،
افیون، اور تمباکو وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔ یہاں پر جمہوری حکومت
قائم ہونے کے بعد صنعت و حرفت اور تعلیمی ترقی کی سعی کی جارہی ہے۔
ترکوں پر مغربی اثرات ہونے کے باوجود مذہب کے بھی زیادہ پابند ہیں
یہ ملک بھی اقوام متحدہ کا رکن ہے۔

تاجکستان

تاجکستان کی یہ جمہوری حکومت انقلاب روس کے بعد ۱۹۲۴ء میں قائم ہوئی۔ اس کا رقبہ ۲۵ ہزار مربع میل ہے اور آبادی تقریباً ۱۶ لاکھ ہے۔ اس کا پایہ تخت استالن آباد ہے۔ اس علاقہ میں ایک خودمختار علاقائی جمہوری ریاست بھی شامل ہے۔ یہ بہت زرخیز خطہ ہے۔ یہاں کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے جو اپنی بسر اوقات تجارت اور گلہ بانی پر کرتی ہے۔

ترکمانیہ

یہ جمہوری حکومت انقلاب روس کے بعد ۱۹۲۴ء میں قائم ہوئی۔ ترکمانیہ کا رقبہ ایک لاکھ ۸۷ ہزار مربع میل ہے، اور کل آبادی ۱۲ لاکھ ۵۴ ہزار۔
یہاں کی اکثریت مسلمان ہے اور اس کی راجدھانی عاشق آباد

یہاں پر ترکمان قبائل کے علاوہ روسی، بلوچی، قازق، اُزبک اور ایرانی بھی آباد ہیں۔ ترکمانیہ میں کاشتکاری بھی ہوتی ہے۔ اور کارخانے بھی ہیں۔

تیونس مسلمانوں نے تیونس کو ۶۴۷ء میں فتح کرلیا جو ۱۸۸۱ء تک ان کے ماتحت رہا۔ ۱۸۸۱ء میں فرانس نے اس پر قبضہ کرلیا لیکن ۲۰ مارچ ۱۹۵۶ء کو اس نے فرانس سے آزادی حاصل کرلی۔ ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء کو شخصی نظام منسوخ کرکے اس کی جگہ پارلیمنٹری جمہوری نظام قائم کیا گیا۔ اس کا رقبہ (۴۹۰۰۰) مربع میل اور کل آبادی ۱۹۶۱ء تک ۴۰ لاکھ۔ ان میں مسلمانوں کا تناسب ۳۸ لاکھ ہے۔ اس کا دارالحکومت تیونس ہے اور یہاں کی قومی و سرکاری زبان عربی ہے۔ اور اس کا بجٹ ۱۹۶۲ء ۵ کروڑ پونڈ۔ تیونس کے صدر حبیب بورقیبہ ہیں۔ یہ ایک زرخیز خطہ ہے۔ ارزی اور دیگر اجناس کی بھی کاشت ہوتی ہے۔

ٹ یہ علاقہ ۱۸۹۲ء سے حکومت برطانیہ کے زیر اثر ہے۔ یہاں پر چھ امیر حکومت
عام کی اکثریت کاشتکاروں اور مزدوروں

نو بیہانگ اور کیلن تان کے درمیان واقع
حکومت برطانیہ کے تحت چلی آرہی ہے۔
لمر اور دھان کی کاشت ہوتی ہے۔ اس
ود ہیں۔ یہاں پر رفاہ عام کے کام بھی

جاری ہیں۔

جوہور یہ چھوٹی سی ریاست ملایا یونین میں شامل ہے۔ اس کا رقبہ ۷۶۷۸ مربع میل ہے۔ اور آبادی تقریباً تین لاکھ۔ یہاں کی خاص پیداوار ربڑ ہے۔ یہاں کے جنگلوں میں ہر قسم کے جانور پائے جاتے ہیں جو، جوہور کے عوام کی زندگی کا ذریعہ ہیں۔

جزائر مالدیپ (محل دیپ) یہ آزاد علاقہ زمانۂ قدیم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ اس کا رقبہ ۱۱۵ مربع میل اور آبادی ایک لاکھ ہے۔ یہاں کی کل آبادی مسلم ہے۔ اب یہاں پر شخصی نظام حکومت قائم ہے۔

چاڈ یہ علاقہ ۱۱ اگست ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ چار لاکھ ۹۰ ہزار مربع میل ہے اور کل آبادی ۵۷ء تک ۲۵ لاکھ ۷۶ ہزار۔ یہاں پر مسلم اکثریت ہے اور اس کا دارالسلطنت فورٹ لامی ہے۔

ڈھومی یکم اگست ۶۰ء کو یہ ملک آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۴۴ ہزار مربع میل ہے۔ اور ۶۰ء تک اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تین ہزار۔ اس کی راجدھانی پورٹ نیو ہے۔

زنجبار اس جزیرہ میں مسلمان آغاز اسلام ہی میں پہنچ گئے تھے جزیرۂ زنجبار ۱۸۹۰ء سے برطانیہ کے زیر اثر تھا لیکن جون ۶۳ء میں برطانوی رزیڈنٹ سر جارج مورنگ نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس حکومت کے سب سے پہلے وزیر اعظم

شیخ محمد شاہ نے حلف وفاداری اٹھایا۔

اس کا رقبہ ۶۴۰ مربع میل ہے اور آبادی تین لاکھ پچاس
جس میں (۶۰۰۰) عرب (۲۰۰۰،) ایشیائی اور چند سو یورپی با
ہیں۔ اس کا دارالخلافہ زنجبار ہے۔ اور اس کی سرکاری وقومی
عربی۔ یہاں کی خاص پیداوار لونگ اور ناریل ہے۔

سعودی عرب

چودہ سو سال سے یہ خطہ مسلمانوں کے زیر اق
چلا آتا ہے۔ اس کی شخصی نظام حکومت شر
اسلامی پر بنی ہے۔ اس کا قومی پرچم سبز رنگ کا ہے۔ اس کے با
حصے میں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور نچلے حصے میں شمشیر
۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں سعودی خاندان کے حکمرانوں نے اس کو ایک آ
مملکت کی حیثیت سے شہنشائیت کا اعلان کیا۔ اب اس کے حکم
امیر فیصل بن عبدالعزیز ہیں۔

سعودی عرب کا بیشتر حصہ ریگستان پر بنی ہے۔ اس کا رقبہ
۶ لاکھ ۲۰ ہزار مربع میل اور کل آبادی ۷۰ لاکھ ہے۔ جو تمام مسلم
ہیں۔ اس کا صدر مقام ریاض ہے۔ اور اس کی قومی وسرکاری ز
عربی۔ اس کی سالانہ آمدنی ۱۹ کروڑ ۶۰ لاکھ ۷۶ ہزار پونڈ، اور اس
سنہ ۶۳ کا بجٹ (۱۵۵۰۲۸۸۰۰) تھا۔

اس ملک میں اب رفاہ عام کے کاموں میں نمایاں ترقی ہوا
ہے۔ بعض مقامات پر تیل کے چشمے دریافت ہو چکے ہیں۔ اور ا
سے ہر سال کئی کروڑ ٹن تیل برآمد ہوتا ہے۔ یہاں پر کوئلے کے کا
کی بھی کھوج جاری ہے۔ جدہ کے نزدیک وادی فاطمہؓ اور وادی

کے علاقوں میں ۳۴ رفیصد سے زائد لوہے کے بھاری ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ وادی فاطمہ رض میں لوہے کے علاوہ قیمتی پتھر بھی پائے جاتے ہیں۔ اس علاقہ میں مختلف قسم کے اجناس اور پھلوں کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ یہاں اعلیٰ تعلیمی سہولتیں بالکل کم ہیں۔ امن وسلامتی کے لحاظ سے یہ دنیا کا واحد مرکز ہے۔

سوڈان

یکم جنوری ۱۹۵۶ء؁ کو آزادی ملنے کے بعد یہاں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ اس کا قومی پرچم سُرخ ہے۔ سوڈان کا رقبہ ۹ ر لاکھ ۶۷ ر ہزار ۵۰۰ مربع میل ہے۔ اور اس کی کل آبادی ۱۹۶۱ء؁ تک ایک کروڑ ۸۹ ر لاکھ ۲۸ ر ہزار تھی۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ہے۔ اس کا دار الحکومت خرطوم ہے اور اس کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

خرطوم اپنے عجائب گھروں اور چڑیا گھروں کی وجہ سے ایک امتیازی حیثیت کا مالک ہے۔ اس علاقہ میں شیر، ببر، تیندوا، ہاتھی، گینڈا، شتر مرغ اور جنگلی سور موجود ہیں۔ ان حیوانات کیلئے ملک میں تین قومی پارک، چودہ محفوظ علاقے اور تین پناہ گاہیں مخصوص ہیں۔ یہاں پر معدنیات کی کانیں بھی موجود ہیں۔ سوڈان کے مختلف اشیاء غیر ممالک کو برآمد کئے جاتے ہیں۔ ۱۷ ر نومبر ۱۹۵۸ء؁ سے یہاں پر فوجی حکومت قائم تھی، لیکن اکتوبر ۱۹۶۴ء؁ کے بعد سوڈان میں فوجی حکومت کی جگہ شہری حکومت قائم ہوگئی۔

سنیغال

یہ شمالی افریقہ کی ایک ریاست ہے۔ ۲۰ ر اگست ۱۹۶۰ء؁

کو آزادی ملی۔ اس کا رقبہ ۸۱ ہزار مربع میل ہے اور کل آبادی
۲۹ لاکھ ۸۰ ہزار ہے۔ ان میں اسّی فیصد مسلمان ہیں۔ اور اس کی
راجدھانی دکار ہے۔

سنگاپور جزیرہ نمائے ملایا کے مغربی کنارے پر سنگاپور
واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۲۱۷ مربع میل ہے۔ اور اس
کی مجموعی آبادی سترہ لاکھ ہے۔ یہاں پر دنیا کی ایک اہم ترین
بندرگاہ ہے۔ جسے دنیا کی ساٹھ عظیم جہازراں کمپنیاں استعمال
کرتی ہیں۔ یہاں کی خاص مصنوعات جہاز سازی، ٹین کی چادریں
اور ربڑ ہے۔ سنگاپور فیڈریشن آف ملائیشیا کا ایک جزو بن گیا ہے۔

سراواک سراواک فیڈریشن آف ملائیشیا کا ایک علاقہ
اور نو آبادی ہے۔ اس کا رقبہ ۴۸۲۵۰ مربع
میل ہے۔ اور مجموعی آبادی ۶۰ء تک ۷۴۴۵۲۹ ہے۔ یہاں
کی اہم فصلیں چاول، مرچ، ناریل اور ساگو ہوتی ہیں۔

شام یہ ایک قدیم تاریخی ملک ہے۔ ستمبر ۱۹۴۱ء میں یہ
آزاد ہوا اور اپریل ۴۶ء میں جمہوری ہو گیا۔ اس
کا قومی جھنڈا ترنگا ہے جس کا بالائی حصہ سبز وسط میں سفید
اور نچلا حصہ سرخ ہے۔ اس کے سفید میں تین سرخ ستارے
بنے ہیں۔

اس کا رقبہ ۷۲ ہزار ۲۳۴ مربع میل ہے اور کل آبادی
۶۱ء تک ۵۱ لاکھ۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد ۳۶ لاکھ
۵۰ ہزار ہے۔ اس کی قومی اور سرکاری زبان عربی۔ اور اسکا

دارالخلافہ دمشق ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ۹ر کروڑ ۴۰ر لاکھ پونڈ ہے۔ اور اس کا بجٹ ۱۹۶۳ء ہندوستانی روپیہ میں (۲۲۲۰۰۰۰۰ر) ہے۔

اس علاقہ میں تیل کے ذخائر موجود ہیں جن سے دو کروڑ ۶۰ر لاکھ ڈالر بطور رائلٹی ملتی ہے۔ شام کو اس علاقہ سے گزرنے والی پائپ لائینوں کے لئے ہر سال پونے دو کروڑ روپے ملتے ہیں۔ تیل کے علاوہ روئی بھی شام کی آمدنی کا خاص ذریعہ ہے۔ شام کا تہائی رقبہ قابل کاشت ہے۔ ملک میں مختلف چھوٹی چھوٹی صنعتیں ہیں۔ تقریباً ۶۰ ہزار مزدور کپڑے کے کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ حمص میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ چند سال قبل چیکوسلاویہ کی مدد سے قائم کیا گیا ہے۔ یہ ملک اقوام متحدہ اور عرب لیگ کا رکن ہے۔ ۵ر مارچ ۱۹۵۸ء سے جمہوریہ شام کا الگ وجود باقی نہ رہا۔ بلکہ یہ ملک متحدہ عرب جمہوریہ کا ایک جزو بن گیا ہے۔

شمالی بورنیو یہ بحر ہند کا بڑا جزیرہ ہے اور جزیرۂ لبوان اس سے وابستہ ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۲۹ر ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۴ر لاکھ ۵۴ر ہزار۔ ۵۸ر فیصدی باشندے مقامی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۳۲ر فیصد چینی اور ۹ر فیصد دیگر باشندے ہیں۔ پیداوار میں گرم مسالہ، ربڑ، ناریل، چاول، تمباکو، سن، عمارتی لکڑی اور نیشکر ہے۔ اکثر باشندے ماہی گیر ہوتے ہیں۔ یہ جزیرہ برطانیہ کے زیر سایہ ہے۔

صومالیہ یہ آفریقہ کی ریاست اٹلی اور فرانس کے زیر سایہ ہے

اس کا رقبہ (۲۶۵۰۰۰) مربع میل ہے۔ کل آبادی (۲۰۰۲۰۰۰) ہے۔ اسمیں مسلمان (۱۹۹۱۰۰۰) ہیں۔ پایۂ تخت مگا دیشو ہے۔ صدر جمہوریہ علی عثمان، وزیر اعظم عبدالرشید شرمک۔

عراق

آزادی شہنشاہیت کے بعد پہلا عوامی انقلاب ۲/ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ہوا۔ ۱۴/ جولائی ۱۹۵۸ء کو ہوا۔ اس حکومت کے وزیر اعظم جنرل عبدالکریم قاسم تھے۔ تیسرا عوامی انقلاب فروری ۶۳ء میں ہوا۔ جو کرنل عبدالسلام محمد عارف، جنرل قاسم کی جگہ صدر جمہوریہ مقرر ہوئے۔

اس کا رقبہ ایک لاکھ ۷۵ ہزار مربع میل ہے۔ کل آبادی ۶۰ء تک ۷۰/ لاکھ۔ ان میں مسلمان ۶۸/ لاکھ۔ قومی پرچم ترنگا ہے۔ اوپر سیاہ، نیچے سبز، وسط میں سفید ہے۔ اس کا دارالملک بغداد ہے۔ یہاں کی قومی اور سرکاری زبان عربی۔ یہ زرخیز خطہ ہے۔ کھجور اور تمباکو سے کافی آمدنی ہوتی ہے۔ پٹرول کی بڑی مقدار برآمد کی جاتی ہے۔ تیل کے وسیع میدان ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں تیل کی پیداوار تین کروڑ ۱۲/ لاکھ۔ عراق کا تیل پائپ لائنوں کے ذریعہ شام کی بندرگاہ بانیاس اور لبنان کی بندرگاہ طرابلس میں پہنچایا جاتا ہے اور وہاں سے دیگر ممالک کو۔ بغداد کے قریب تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ دس کروڑ روپے سے قائم ہو چکا ہے۔ جس میں ہر سال دس لاکھ ٹن تیل صاف کیا جاسکتا ہے۔ تیل کا پچاس فیصد منافع حکومت عراق کو ملتا ہے۔ یہ حکومت ۷۰/ فیصدی حصہ ملک کی ترقیاتی اور معاشی استحکام کی اسکیموں پر خرچ کرتی ہے۔

عدن اس ملک پر مسلمان سلاطین اور سردار حکومت کرتے رہے۔ اس کا نظم ونسق برطانوی دفتر خارجہ کے ماتحت ہے۔ اس کا رقبہ برطانوی نوآبادی ۷۵ مربع میل غیر برٹش مقبوضہ ایک لاکھ گیارہ ہزار مربع میل ہے۔ کل آبادی ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ہے جو کل مسلمان ہیں۔ قومی زبان عربی سرکاری زبان انگریزی ہے۔

قطار یہ مختصر سا علاقہ شخصی حکومت پر مبنی ہے۔ ۱۹۱۶ء کے معاہدہ کے تحت برطانیہ کی سیاسی نگرانی میں ہے۔ اسکا رقبہ چار ہزار مربع میل، آبادی ۴۵ ہزار جو کل مسلمان ہیں۔ اس کی راجدھانی دوہا ہے۔ جس کی آبادی ۳۵ ہزار ہے۔ قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

قازقستان یہ سوشلسٹ آزاد جمہوری حکومت کا قیام ۱۹۲۰ء میں عمل میں آیا۔ اس کا رقبہ ۱۰ لاکھ ۵۶ ہزار مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۶ لاکھ ۶۶ ہزار۔ اس کا دارالخلافہ الماتا ہے جو سویت یونین کے جدید اور بارونق شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی فیصد باشندے تعلیم یافتہ ہیں۔ تقریباً چار سو اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ یہ علاقہ معدنیات سے پُر ہے۔ یہ ملک کاشتکاری اور صنعت وحرفت میں ترقی کر رہا ہے۔

کیدہ اس ریاست کو ابتدائے اسلام میں عربوں نے قائم کیا تھا۔ اب ملایا یونین میں شامل ہے۔ یہاں کا سلطان مذہبی معاملات میں بالکل آزاد ہے۔ اس کا رقبہ ۸۷ ہزار مربع میل ہے اور آبادی تین لاکھ پچاس ہزار۔

یہاں پر ربڑ کی شکایت کی جاتی ہے۔ ٹین کی کانیں ہیں۔ عوام کی زندگی انہیں اشیاء کی تجارت پر منحصر ہے۔ اب یہ ریاست برطانوی اقتدار کی سیاسی نگرانی میں ہے۔

کرغیزیا یہ آزاد جمہوری ریاست ۱۹۲۶ء میں قائم ہوئی۔ اس کا رقبہ ۷۸ ہزار مربع میل ہے۔ آبادی ۱۵ لاکھ۔ مسلمانوں کا تناسب ۷۵ فیصدی ہے۔ اس کا دارالحکومت فرونزے ہے۔ قیمتی معدنیات کی کانیں یہاں موجود ہیں۔

کیلن تان یہاں کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ ۵۷۱۲ مربع میل اور آبادی (۳۲۰۰۰۰) ہے۔ ۱۹۰۹ء سے یہ علاقہ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ ہے۔ لیکن یہاں کا سلطان مذہبی و معاشرتی معاملات میں آزاد ہے۔ یہاں ناریل، ربڑ اور دھان کی کاشت کی جاتی ہے۔ یہاں ٹین کی کانیں بھی ہیں کشتیاں بنانے اور ریشم کاتنے میں ترقی کر رہی ہے۔ یہ ریاست ملایا یونین سے ملحق ہے۔

کیمرون یہ افریقہ کی ایک ریاست ہے جو جنوری ۱۹۶۰ء میں اسکو آزادی ملی۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل ہے اور آبادی چار لاکھ ۹۷ ہزار۔ یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت ہے، اس کا دارالسلطنت یونڈی ہے۔

کویت یہ مختصر سا علاقہ جو برطانیہ کے زیر اثر تھا۔ ۱۹ جون ۱۹۶۱ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۶ ہزار ۸ سو مربع میل ہے اور اس کی کل آبادی ۱۹۶۱ء تک تین لاکھ ۱۸ ہزار ۶۲۱ - انسے

میں مسلمانوں کا تناسب تین لاکھ ۸۱ ہزار ۱۷۱ ہے۔ صدر مقام کویت ہے۔ قومی اور سرکاری زبان عربی۔ کویت کی حکومت دستوری شہنشاہیت بالغ رائے دہی پر منحصر ہے۔ یہاں کے ۴۸ فیصد باشندے تعلیم یافتہ ہیں۔ چھ ہزار مربع میل کا یہ علاقہ اپنے سینے میں بے پناہ ذخائر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہاں ہر مہینے ۱۱ لاکھ ۳۰ ہزار ٹن تیل نکالا جاتا ہے۔ ہر ٹن پر شیخ کویت کو دو روپے پچاس پیسے رائلٹی ملتی ہے عظیم مقدار میں تیل نکالے جانے کے باوجود اس کے چشموں میں کمی نہیں آرہی ہے۔ اس آمدنی کے ایک حصہ سے چھوٹی صنعتیں شروع کی گئی ہیں۔

اس ملک میں کاشتکاری ہوتی ہے اور بھیڑیں پالی جاتی ہیں اور اون اور موتی دوسرے ممالک کو روانہ کرتے ہیں۔ آج وہاں تمام عرب ممالک کے مقابلے میں متعدد بہترین سڑکیں، دواخانے اور مدرسے موجود ہیں۔ کویت کے حکمران شیخ عبداللہ سالم الصباح ہیں۔ اور وزیر اعظم شیخ صباح السلیم الصباح ہیں۔ اسکی سالانہ آمدنی ایک ارب ۵۸ کروڑ ۸۰ لاکھ ہے۔ اور اس کا بجٹ سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء سکہ ہند میں (۱۵۰۶۴۴۰۰۰) تھا۔

گی آنا

یہ ریاست برطانیہ کے قبضے میں تھی لیکن ۱۰ کو ۲ اکتوبر سنہ ۵۸ء کو آزادی حاصل ہوئی۔ اس کا رقبہ ۹۶ ہزار مربع میل ہے اور آبادی سنہ ۶۰ء تک ۲۷ لاکھ ۲۶ ہزار۔ اس علاقہ میں مسلم اکثریت ہے۔ اس کا صدر مقام کنکری ہے۔ اسکی سرکاری زبان فرانسیسی۔

گیمبیا

یہ مغربی آفریقہ کا ایک علاقہ ہے۔ گیمبیا پہلے برطانوی مقبوضہ تھا۔ دسمبر ۱۹۶۲ء میں آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۴ ہزار ۱۳۰ مربع میل ہے اور آبادی چار لاکھ۔ اسمیں مسلمانوں کا تناسب ۸۴ فیصد ہے۔ لوگوں کا پیشہ زراعت ہے۔ یہاں کی ۹۵ فیصد آبادی ان پڑھ ہے۔ اس کے وزیراعظم ڈاکٹر جوہیں۔

لیبیا

اس ملک میں اسلام کی کرنیں پہلی صدی ہجری میں پہنچ چکی ہیں۔ یہ علاقہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۶ لاکھ ۸۰ ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۰ء تک ۱۲ لاکھ ۶۵ ہزار۔ مسلمانوں کا تناسب ۱۱ لاکھ ۷۵ ہزار ہے۔ اسکی مشترکہ راجدھانی طرابلس اور بن غازی ہے۔ یہ ریاست دستوری شہنشاہیت بالغ رائے دہی ہے۔ اسکی قومی اور سرکاری زبان عربی۔ اس ملک کا ساحلی علاقہ نہایت زرخیز ہے۔ یہاں پر تیل کے بڑے بڑے ذخائر موجود ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں لیبیا میں ۱۲ ہزار ٹن سے زیادہ روزانہ کروڈ آئیل نکالا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں (۲۷۶۰۰) ٹن تیل نکالا گیا۔ ۱۹۶۲ء میں (۲۲۲، ۳۸،۸۱۳) بیرل تیل برآمد کیا گیا۔ کل پیداوار لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔ اس علاقے میں گندم، جو، کھجور اور زیتون کی کاشت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ برآمد کے لئے بادام، تمباکو، خشک پھل اور گھاس بھی بوئی جاتی ہے۔ کھجوروں کے تقریباً کروڑ پچاس لاکھ درخت ہیں۔ جن سے سالانہ پانچ سے آٹھ ہزار ٹن تک کھجوریں حاصل کی جاتی ہیں۔ یہ ملک ادارہ اقوام متحدہ

کا رکن ہے۔

لبنان یہ آزاد جمہوری ریاست کا قیام ۲۶ ر نومبر ۱۹۴۱ء عمل میں آیا۔ اس کا قومی پرچم دو رنگا ہے۔ اوپر نیچے سرخ اور وسط میں سفید ہے۔ اس کا رقبہ ۳ ہزار ۴۰۰ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۶ ر لاکھ ۲۶ ر ہزار۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب پچاس فیصد ہے۔ اس کا دار السلطنت بیروت۔ اس کی عوامی اور سرکاری زبان عربی، مگر فرانسیسی بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ پیداوار میں پھل، تمباکو، کپاس اور ریشم ہے۔ بیروت میں دو یونیورسٹیاں ہیں۔ یہ ملک سلامتی کونسل کا رکن ہے۔

متحدہ عرب جمہوریہ (مصر) یہ ایک قدیم اور تاریخی ملک ہے۔ حضرت عمرؓ سے لیکر آج تک مسلمانوں ہی کی حکومت چلی آرہی ہے۔ چند دنوں کے لئے یہ ملک برطانیہ کے زیر سایہ آگیا تھا۔ لیکن پُرامن فوجی انقلاب برپا کر کے ۲۲ ر جولائی ۱۹۵۲ء کو آزادی حاصل کرلی۔ اس کا قومی پرچم سبز رنگ کا ہے، جسمیں چاند اور تین ستارے ہیں۔ اس کا رقبہ ۳۸۶۵۰۰ ر مربع میل ہے اور آبادی سنہ ۶۰ء تک (۲۶۶۰۰۰۰) کروڑ۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد (۲۴۵۰۰۰۰ ر) ہے۔ اس کا دار الخلافہ قاہرہ اور اسکی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ ۶۳ء (۱۰۰۰۰۰۰ ر) پونڈ۔ یہاں کی حکومت عرب سوشلسٹ جمہوریت بالغ رائے دہی ہے۔ دنیا کی مشہور یونیورسٹی جامع ازہر اور

دنیا مشہور نہر سوئز اسی ملک میں ہے۔ مصر میں اسوان بند کی تعمیر کا مرحلہ طے ہو گیا ہے۔ یہ بند دریائے نیل پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس میں ایک کھرب اور تیس ارب مکعب میٹر پانی جمع ہو گا۔ اس سے ۲ رلاکھ ۸۰ ہزار ایکڑ اراضی کی باقاعدہ آبپاشی کے علاوہ مزید ۵ ر لاکھ ۲۰ رہزار ایکڑ آراضی کو پہلی بار سیراب کیا جا سکے گا۔ اسوان ڈیم ۱۱۱ رمیٹر بلند اور پانچ کلو میٹر طویل ہے۔ اس بند کے ساتھ جو بجلی گھر تعمیر کیا گیا ہے اسکی استعداد ۲۱ لاکھ کلو واٹ ہوگی۔ وہ ہر سال دس ارب کلو واٹ بجلی تیار کرے گا۔ مصر کو اس وقت نہر سوئز سے پانچ کروڑ ڈالر سالانہ کی آمدنی ہو رہی ہے۔ سنہ ۶۲ء میں ۱۸۵۱۸ ر جہاز اس نہر سے گزرے تھے۔ مصر میں تیل سے بھی پانچ کروڑ ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے۔ تیل کے علاوہ روئی مصر کی آمدنی کا ایک خاص ذریعہ ہے۔ آج سے دس سال قبل مصر کو سوئی بھی درآمد کرنی پڑتی تھی۔ اب ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کاریں تک ملک میں بننے لگی ہیں۔ ۵ رمارچ سنہ ۵۸ء سے ایک جداگانہ ملک کی حیثیت سے ملک کا وجود ختم ہو گیا اور وہ متحدہ عرب جمہوریہ کا ایک جزو بن گیا ہے۔

مراقش

یہ ملک ۲ رمارچ سنہ ۵۲ء کو آزاد ہوا۔ یہ حکومت دو حصوں پر منقسم ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ایک لاکھ ۹ ر ہزار مربع میل ہے اور مجموعی آبادی جون سنہ ۶۰ء تک ایک کروڑ پندرہ لاکھ ۹۸ رہزار۔ ان میں مسلمانوں کا تناسب ایک کروڑ دس لاکھ ۴۰ رہزار ہے۔ اس کا صدر مقام رباط ہے۔ اور اس کی عوامی اور سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی ایک

کروڑ پونڈ ہے۔ اور اس کا سالانہ بجٹ ۶۳ء ۱۳۰۰۰۰۰(روپیہ)
یہاں کی حکومت دستوری ہے۔ یہاں کے باشندے مذہب کے پابند ہیں۔ یہ ایک زرخیز خطہ ہے۔ یہاں پر معدنیات بھی ہیں۔

منڈانو

یہ جزیرہ ۳۶۵ ہزار مربع میل پر مشتمل ہے۔ اور آبادی گیارہ لاکھ۔ ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہاں پر ایک سلطان کی حکومت ہے۔ اس علاقے میں کاشتکاری بھی ہوتی ہے اور معدنیات کے ذخیرے بھی موجود ہیں۔

ملایا

ملایا میں اسلام، عرب، ہندوستان، ترک اور ایرانی تاجروں نے پھیلایا۔ یہ پہلے پرتگالیوں، بعد ازاں ڈچوں پھر انگریزوں کے قبضہ میں رہا۔ ۳۱ اگست ۱۹۵۷ء کو یہ انگریزی اقتدار سے آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۵۰ ہزار ۷۰۰ مربع میل ہے اور کل آبادی ۷۱ لاکھ ۳۷ ہزار جسمیں ۶۰ فیصدی مسلمان ہیں۔ اس کا دارالحکومت کوآلالمپور ہے۔ یہاں پر جمہوری حکومت قائم ہے۔ اس کی قومی اور سرکاری زبان ملاین ہے۔ اسکی سالانہ آمدنی ۱۰ کروڑ ۳۹ لاکھ چار ہزار پونڈ ہے اور ۶۳ء کا بجٹ ہندوستانی روپیہ میں (۱۳۵۰۷۵۴۶۰۰) اس کے وزیراعظم تنکو عبدالرحمٰن ہیں۔ یہاں ربڑ، ٹین اور کھوپرے کی پیداوار کثرت سے ہے۔ اب ملایا کا وجود جداگانہ باقی نہ رہا بلکہ ملائیشیا کا ایک جزو بن گیا ہے۔

مسقط اور عمان

یہ چھوٹا سا علاقہ برطانوی اقتدار کے سیاسی نگرانی میں ہے۔ اس کا

مجموعی رقبہ ۸۲ ہزار مربع میل ہے اور کل آبادی ۵ لاکھ پچاس ہزار۔ جو کل مسلمان ہیں۔ اس کا دارالملک مسقط ہے۔ یہاں شخصی حکومت ہے جس کے حکمران کو سلطان کہتے ہیں۔ یہاں کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔

مرتانیہ

یہ نو آبادی ۱۹۰۴ء سے فرانسیسی اقتدار کے تحت تھی۔ ۲۸ نومبر ۱۹۶۰ء کو آزادی ملی۔ اس کا رقبہ ۰۰۰۹۴۴ مربع میل ہے اور آبادی ۷ لاکھ ۹۱ ہزار جو کل مسلم ہیں۔ اس کا دارالسلطنت نیچوٹ ہے۔ یہاں خام لوہا کثیر مقدار میں ملتا ہے۔

مالی

فرانسیسی اقتدار سے یہ ملک ۲۲ ستمبر ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ چار لاکھ ۶۳ ہزار ۸۵ مربع میل ہے۔ اس کی کل آبادی ۱۹۶۰ء تک ۴۳ لاکھ ۷ ہزار۔ یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

نائیجیریا

مغربی آفریقہ کا یہ ایک وسیع علاقہ ہے جو رقبہ میں تقریباً پاکستان کے برابر ہے۔ چند سال تک یہ حکومت برطانوی سامراج کے زیر سایہ تھی لیکن یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو ان سے آزادی ملی۔ اس کا رقبہ تین لاکھ ۳۹ ہزار ۷۰ مربع میل ہے۔ اور کل آبادی ۱۹۶۰ء تک تین کروڑ ۵۲ لاکھ ۹۷ ہزار۔ ان میں پچاس فیصدی مسلمان ہیں۔ اس کا پایہ تخت لیگاس ہے۔ اس کی قومی زبان ہاوسا اور سرکاری زبان انگریزی۔ اس کی سالانہ آمدنی دس کروڑ ۹۴ لاکھ ۶۸ ہزار

پونڈ ہے۔ اس ملک میں مختلف قبیلے پائے جاتے ہیں۔ شمالی نائجیریا میں ۷۵ فیصدی مسلمان آباد ہیں۔ نائجیریا شمالی اور مغربی خطوں کا فیڈریشن ہے۔ ہر خطہ کی حکومت الگ الگ ہے۔ فیڈرل حکومت کا صدر مقام لیگاس ہے۔ جس کے وزیر اعظم سر ابو بکر تفاوا بلیوا ہیں۔ شمالی نائجیریا کے وزیر اعلیٰ سر احمد بیلو ہیں۔

نائیگر

اس ملک کو ۳ اگست سنہ ۶۰ء میں آزادی ملی۔ اس کا رقبہ چار لاکھ ۵۷ ہزار مربع میل ہے۔ کل آبادی سنہ ۶۰ء تک ۲۸ لاکھ تین ہزار۔ ان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس کا پایۂ تخت نائمی ہے۔

یمن

۲۸ ستمبر سنہ ۶۲ء کو یمن میں انقلاب واقع ہوا۔ یہ ایک آزاد اسلامی ملک ہے۔ اس کا قومی پرچم سُرخ رنگ کا ہے۔ جس کے وسط میں شمشیر، اس کے ہر کونے پر ایک ستارہ اور شمشیر کے اگلے حصّے کے اوپر ایک تارہ بنا ہے۔

اس کا رقبہ ۷۵۰۰۰ مربع میل اور آبادی ۵۰۰۰۰۰۰ لاکھ ہے۔ جو کل مسلمان ہیں۔ اس کا دارالخلافہ صنعا ہے۔ جس کی آبادی ۱۰۰۰۰۰ ہے۔ اس کی قومی اور سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ سنہ ۶۰ء ۱۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ ہے۔ جس میں تیل کی آمدنی شامل نہیں، اس کے صدر جمہوریہ عبداللہ السلال ہیں۔

چھوٹی موٹی سلطنتیں

شارجاہ۔ راس الخیمہ۔ ام القوائین۔ اضمان۔ دوبائی۔ فجیراہ۔

یہ سلطنتیں برطانوی نوآبادیات میں شامل ہیں۔ یہ شخصی نظامِ حکومت پر مبنی ہے۔ یہاں کی سرکاری زبان عربی ہے۔ اس کا رقبہ ...۷ ہزار مربع میل اور آبادی ... ۴۵ ہزار۔ ہر علاقہ ایک شیخ کے زیرِنگیں ہے۔ یہاں کے تمام لوگ مسلمان ہیں۔ تمت بالخیر۔

مطبوعہ: ہفتہ وار "پیامِ مشرق"

عید اڈیشن، دہلی

۱۴ر فروری ۱۹۶۵ء

اِسی مُصنِّف کی دیگر تصانیف

نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت
١	مشعلِ راہ	08-00	١٤	فردوسِ نظر	06-00
٢	روشنی کے مینار	08-00	١٥	پہلی منزل	06-00
٣	درِ بے بہا	08-00	١٦	صدائے حق	زیرِ طبع
٤	نوری چہل احادیث	01-30	١٧	معیارِ انتخاب	"
٥	چند باتیں	15-00			
٦	نایاب جواہر	20-00		**تلگو اڈیشن**	
٧	حفیظ القواعد	15-00			
٨	غیبت	05-00	١	کانتی کرنالو	15-00
9	توشۂ آخرت	10-00	٢	کانتی سکھرالو	08-00
١٠	شعاعِ نور	08-00	٣	مانا وتادیمیو	08-00
١١	لمحاتِ ایمانی	08-00	٤	آسان نماز	05-00
١٢	مختصر تاریخِ عالمِ اسلام	12-00	٥	کفن و دفن	02-30
١٣	انسانیت کے چراغ	08-00	٦	ودیا جیوتی	01-30

ملنے کا پتہ:- **ظفر بکڈپو۔** کچہری مٹھ 15-49-69

کاولی 524201 ضلع نیلور (اے۔ پی)